PAKSOCIETY.COM

عمیرہ احمد

آبِ حیات

www.bookspk.net

آب حیات کی کہانی تاش کے تیرہ پتوں میں چھپی ہوئی ہے۔

2۔ ایک خوب صورت اتفاق نے امامہ اور سالار کو یکجا کردیا ہے۔ سالار نے امامہ کو ایئر رنگز دیے ہیں۔ وہ بالکل ویسے ہی ہیں' جیسے امامہ شادی سے قبل پہنتی تھی اور جو اسے اس کے والد ہاشم نے دیے تھے۔ سکندر عثمان نے اس شادی کو کھلے دل سے قبول کیا۔

9۔ سی آئی اے ہیڈ کوارٹر کے ایک کمرے میں چار اشخاص گزشتہ ڈیڑھ ماہ سے ایک پروجیکٹ پر کام کررہے ہیں۔ انہیں ایک شخص بلکہ اس کی پوری فیملی کے تمام بیرونی معاملات اور ذاتی زندگی کی تمام تر مکمل معلومات حاصل ہیں اور انہیں اس میں سے کسی ایسے پوائنٹ کی ضرورت ہے۔ جس کی بنیاد پر وہ اس شخص پر ہاتھ ڈال سکیں۔ لیکن اس شخص ۔ سمیت اس کی فیملی کے نہایت شفاف ریکارڈ سے اب تک کوئی مشکوک بات نہیں نکال سکے مگر آخری پندرہ منٹ میں انہیں اس ضروری فون آجاتا ہے۔ جس کا وہ انتظار کررہا ہے۔ اب اسے اپنی فیملی اور استعفیٰ میں سے ایک چیز کا انتخاب کرنا تھا۔

8۔ ریذیڈنٹ ایک انتہائی مشکل صورت حال سے دوچار تھا۔ اس کا فیصلہ کانگریس کے الیکشنز پر بری طرح اثر انداز

فیملی کی کسی لڑکی کی تاریخ پیدائش کے حوالے سے کوئی سرال جاتا ہے۔

1۔ وہ کئی راتوں سے تکلیف میں تھی۔ سکون آور ادویات کے بغیر سو نہیں پارہی تھی۔ وہ اپنے باپ سے بس ایک سوال کرنے آئی تھی کہ اس نے اس کی فیملی کو کیوں مار ڈالا۔

6۔ اسپیلنگ بی کے بانوے مقابلے کے فائنل میں تیرہ سالہ اور نو سالہ دو بچے چودھویں راؤنڈ میں ہیں۔ تیرہ سالہ بچی نے نو حرفوں کے لفظ کا ایک صرف غلط بتایا۔ اس کے بعد نو سالہ ایک خود اعتماد بچے نے گیارہ حرفوں کے لفظ کی درست اسپیلنگ بتادیں۔ ایک اضافی لفظ کے درست ہجے بتانے پر وہ مقابلہ جیت سکتا تھا۔ جسے غلط بتانے کی صورت میں تیرہ سالہ بچی دوبارہ فائنل میں آجاتی۔ وہ اضافی لفظ سن کر اس خود اعتماد مطمئن اور ذہین بچے کے چہرے پر پریشانی پھیلی' جسے دیکھ کر اس کے والدین اور ہال کے دیگر مہمان بے چین ہوئے مگر اس کی یہ کیفیت دیکھ کر اس کی سات سالہ بہن مسکرادی۔

۸۔ وہ جانتی تھی کہ وہ بددیانتی کررہی ہے مگر پھر بھی اس نے اس کتاب کے پہلے باب میں تبدیلی کردی اور ترمیم شدہ باب کا پرنٹ نکال کر دیگر ابواب کے ساتھ فائل میں رکھ دیا۔

7۔ وہ دونوں ایک ہوٹل کے بار میں تھے۔ لڑکی نے اسے ڈرنک کی آفر کی مگر مرد نے انکار کردیا اور سگریٹ پینے لگا۔ لڑکی نے پھر ڈانس کی آفر کی اس نے اسے بھی انکار کردیا۔ وہ لڑکی اس مرد سے متاثر ہورہی تھی۔ وہ اسے رات ساتھ گزارنے کے بارے میں کہتی ہے۔ اب کے وہ انکار نہیں کرتا۔

4۔ وہ اپنے شوہر سے ناراض ہو کر اسے چھوڑ آئی ہے۔ ایک بوڑھی عورت کے سوال و جواب نے اسے سوچنے پر مجبور کردیا ہے۔ اب وہ خود اپنے اس اقدام سے غیر مطمئن اور ملول نظر آتی ہے۔

5۔ وہ جیسے ہی گھر آیا۔ معمول کے مطابق اس کے دونوں بچے اپنا کھیل چھوڑ کر اس کے گلے آلگے۔ حسب معمول اس کی بیوی نے بھی جو تیسری بار امید سے تھی' اس کا پرتپاک استقبال کیا۔ وہ لان میں اپنی بیوی بچوں کو مطمئن و مسرور دیکھ کر سوچ رہا ہے کہ اگر وہ چند پیپر پھاڑ کر پھینک دے تو اس کی زندگی آئندہ بھی اسی طرح خوب صورت رہ سکتی ہے۔ مگر وہ

Copied From
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN

PAKSOCIETY1

PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

ہو سکتا تھا۔ کیبنٹ کے چھ ممبرز کے ساتھ پانچ گھنٹے کی طویل نشست کے بعد اسے پندرہ منٹ کا وقفہ لینا پڑا تھا۔ فیصلے کی ذمہ داری اس کے سر تھی۔ آخر کار وہ ایک فیصلے پر پہنچ گیا۔

10۔ الزائمر کے مریض باپ کو وہ اپنے ہاتھوں سے یخنی پلا رہا تھا۔ اس کے انداز میں اپنے باپ کے لیے نہایت پیار' احترام اور تحمل ہے۔ اس کے باپ کو معلوم نہیں کہ وہ اس کے ہاتھ سے آخری بار کھانا کھا رہا ہے۔ اس کا سامان ایرپورٹ پر جا چکا ہے اور وہ گاڑی کا انتظار کر رہا ہے۔

Q۔ وہ نیلے رنگ کی شفاف جھیل پر اس کے ہمراہ ہے۔ خوب صورت حسین مناظر میں گھری جھیل میں وہ صندل کی لکڑی کی کشتی میں سوار ہے۔

K۔ وہ تیسری منزل پر بنے اپارٹمنٹ کے بیڈ روم کی کھڑکی سے ٹیلی اسکوپ کی مدد سے ساٹھ فٹ کے فاصلے پر اس بینکویٹ ہال پر نظر رکھے ہوئے ہے۔ ٹائم نو بج کر دو منٹ ہو رہے ہیں۔ پندرہ منٹ بعد وہ مہمان بینکویٹ ہال میں داخل ہوگا۔ وہ ایک پروفیشنل شوٹر ہے۔ اسے مہمان کو نشانہ بنانے کے لیے ہائر کیا گیا ہے۔

3۔ وہ اس سے اصرار کر رہی ہے کہ نجومی کو ہاتھ دکھایا جائے۔ وہ مسلسل انکار کرتا ہے مگر اس کی خوشی کی خاطر مان لیتا ہے نجومی لڑکی کا ہاتھ دیکھ کر بتاتا ہے کہ اس کے ہاتھ پر شادی کی دو لکیریں ہیں۔ دوسری لکیر مضبوط اور خوشگوار شادی کو ظاہر کرتی ہے۔ وہ دونوں ساکت رہ جاتے ہیں۔

آدم و حوا

ایک خوب صورت اتفاق نے سالار اور امامہ کو یکجا کر دیا۔ اس نے امامہ کو سال بعد دیکھا تھا۔ ان کی ابتدائی زندگی کا پہلا اختلاف لائٹ پر ہوا۔ سالار کو لائٹ آن کر کے سونے کی عادت تھی جبکہ امامہ کو روشنی میں نیند نہیں آتی تھی۔ لیکن سالار نے امامہ کی بات مان لی۔ صبح وہ امامہ کو جگائے بغیر سحری کر کے نماز پڑھنے چلا جاتا ہے' امامہ سحری کے لیے اٹھتی ہے تو فرقان کے گھر سے کھانا آیا رکھا ہوتا ہے۔ امامہ اسے سالار کی بے اعتنائی سمجھتی ہے۔ سعیدہ اماں سے فون پر بات کرتے ہوئے وہ رو پڑتی ہے اور وجہ پوچھنے پر اس کے منہ سے نکل جاتا ہے کہ سالار کا رویہ اس کے ساتھ ٹھیک نہیں ہے۔ سعیدہ اماں کو سالار پر سخت غصہ آتا ہے۔ وہ ڈاکٹر سبط علی کو بھی بتا دیتی ہیں کہ سالار نے امامہ کے ساتھ کچھ اچھا سلوک نہیں کیا۔ سالار ڈاکٹر سبط علی کے گھر امامہ کا روکھا رویہ محسوس کرتا ہے سعیدہ اماں بھی سالار کے ساتھ ناراضی سے پیش آتی ہیں۔ پھر امامہ اس رات سعیدہ اماں کے ہی گھر رہ جاتی ہے۔ سالار کو اچھا نہیں لگتا مگر وہ منع نہیں کرتا۔ امامہ کو یہ بھی برا لگتا ہے کہ اس نے ساتھ چلنے پر اصرار نہیں کیا۔ اس کو سالار سے یہ بھی شکوہ ہوتا ہے کہ اس نے اسے منہ دکھائی نہیں دی۔ سالار اپنے باپ سکندر عثمان کو بتا دیتا ہے کہ اس کی شادی آمنہ نامی جس لڑکی سے ہوئی ہے وہ دراصل امامہ ہے۔ سکندر عثمان اور طیبہ سخت پریشان ہو جاتے ہیں۔ امامہ کو فرقان کے گھر روزانہ کھانا کھانے پر بھی اعتراض ہوتا ہے اور سالار کے سی فوڈ کھانے پر بھی۔ سکندر عثمان' طیبہ اور انیتا ان دونوں سے ملنے آتے ہیں اور امامہ سے بہت پیار سے ملتے ہیں۔ وہ سالار کا ولیمہ اسلام آباد میں کرنے کے بجائے اب لاہور میں کرنے کا منصوبہ بناتے ہیں۔ ڈاکٹر سبط امامہ سے سالار کے ناروا سلوک کے بارے میں دریافت کرتے ہیں تو وہ شرمندہ ہی ہو جاتی ہے کیونکہ وہ بات اتنی بڑی نہیں تھی جتنی اس نے بنا ڈالی تھی۔ سالار' امامہ سے اسلام آباد چلنے کو کہتا ہے۔ تو امامہ خوف زدہ ہو جاتی ہے۔

تیسری قسط

"اسلام آباد چلوگی؟" اس کے اگلے جملے نے امامہ کے ہوش اُڑا دیے۔
وہ سب کچھ جو وہ سوچ کر آئی تھی' اس کے ذہن سے غائب ہو گیا۔

"اسلام آباد؟" اس نے بے حد بے یقینی سے سالار کو دیکھا۔
"ہاں ہمیں اس ویک اینڈ پر جا رہا ہوں۔" سالار نے بڑے نارمل انداز میں کہا۔
"لیکن میں..... میں کیسے جا سکتی ہوں؟" وہ بے اختیار اٹکی۔ "تمہارے پاپا تو تمہیں منع کر کے گئے ہیں کہ مجھے اپنے ساتھ اسلام آباد نہ لے کر آنا۔ پھر؟" سالار نے اس کی بات کاٹی۔
"ہاں..... اور اب وہی کہہ رہے ہیں کہ اگر میں تمہیں ساتھ لانا چاہوں تو لے آؤں۔" اس نے بڑی روانی سے کہا۔ وہ اس کا چہرہ دیکھتی رہی۔
"میری فیملی کو پتا لگ سکتا ہے۔" اس نے لمبی خاموشی کے بعد بالآخر کہا۔
"آج یا کل تو پتا لگنا ہی ہے۔" سالار نے اسی انداز میں کہا۔ "یہ تو ممکن نہیں ہے کہ میں ساری عمر تمہیں چھپا کر رکھوں۔" وہ سنجیدگی سے کہہ رہا تھا۔ "تمہاری فیملی نے تمہارے بارے میں لوگوں سے کہا ہے کہ تم شادی کے بعد بیرون ملک سیٹل ہو گئی ہو۔ اب اتنے سالوں کے بعد تمہارے حوالے سے کچھ کریں گے تو خود انہیں بھی ایمبیرسمنٹ ہوگی۔ اس لیے مجھے نہیں لگتا کہ وہ کچھ کریں گے۔" وہ مطمئن تھا۔
"تم انہیں نہیں جانتے' انہیں پتا چل گیا تو وہ چپ نہیں بیٹھیں گے۔" وہ پریشان ہونے لگی تھی۔
"وہاں کبھی کبھار جایا کریں گے' خاموشی سے جائیں گے اور آجایا کریں گے۔ یار! اتنا سوشلائز نہیں کریں گے وہاں۔" وہ اس کی بے فکری سے چڑی۔
"نہیں پتا چلا تو وہ مجھے لے جائیں گے..... وہ مجھے مار ڈالیں گے۔" وہ روہانسی ہو رہی تھی۔
"فرض کرو امامہ! اگر انہیں اتفاقاً تمہارے بارے میں پتا چلتا ہے یا یہاں لاہور میں تمہیں کوئی دیکھ لیتا ہے' تمہیں کوئی نقصان پہنچاتے ہیں تو.....؟"
"نہیں پتا چلے گا' میں کبھی باہر جاؤں گی ہی نہیں۔" اس نے بے ساختہ کہا۔
"تمہارا دم نہیں گھٹے گا اس طرح.....؟" اس نے چونک کر اس کا چہرہ دیکھا۔
اس کی آنکھوں میں مسیحا جیسی ہمدردی تھی۔
"مجھے عادت ہو گئی ہے سالار..... اتنا ہی سانس لینے کی..... مجھے فرق نہیں پڑتا۔ جب میں جاب نہیں کرتی تھی تو مہینوں گھر سے نہیں نکلتی تھی۔ میں اتنے سالوں سے لاہور میں ہوں لیکن میں نے یہاں بازاروں' پارکس اور ریسٹورنٹس کو صرف سڑک پر سفر کرتے ہوئے باہر سے دیکھا ہے یا ٹی وی اور نیوز پیپرز میں۔ میں اگر اب ان جگہوں پر جاؤں تو میری سمجھ میں ہی نہیں آئے گا کہ مجھے وہاں کرنا کیا ہے۔ جب ملتان میں تھی تو بھی ہاسٹل اور کالج کے علاوہ دوسری کوئی جگہ نہیں تھی میری زندگی میں۔ اب لاہور آ گئی تو یہاں بھی پہلے یونیورسٹی اور گھر..... اور اب گھر..... مجھے ان کے علاوہ دوسری ساری جگہیں عجیب سی لگتی ہیں۔ مہینے میں ایک بار میں سعیدہ اماں کے گھر کے پاس ایک چھوٹی سی مارکیٹ میں ان کے ساتھ جاتی تھی' وہ میری واحد آؤٹنگ ہوتی تھی۔ وہاں ایک بک شاپ تھی۔ میں پورے مہینے کے لیے بکس لے لیتی تھی وہاں سے۔ کتاب کے ساتھ وقت گزارنا آسان ہوتا ہے۔"
وہ پتا نہیں اسے کیوں بتاتی گئی۔
"ہاں' وقت گزارنا آسان ہوتا ہے' زندگی گزارنا نہیں۔"
اس نے ایک بار پھر گردن موڑ کر اسے دیکھا' وہ ڈرائیو کر رہا تھا۔
"مجھے فرق نہیں پڑتا سالار۔"

"مجھے فرق پڑتا ہے..... اور بہت فرق پڑتا ہے۔" سالار نے بے اختیار اس کی بات کاٹی۔ "میں ایک نارمل

Copied From Web
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN

زندگی گزارنا چاہتا ہوں۔۔۔ جیسی کبھی تمہاری زندگی تھی۔ تم نہیں چاہتیں یہ سب کچھ ختم ہو جائے۔۔۔؟" وہ اس سے پوچھ رہا تھا۔

"ابنارمل لائف ہی سہی لیکن میں سیف ہوں۔"

سالار نے بے اختیار اس کے کندھوں پر اپنا بازو پھیلایا۔

"تم اب بھی سیف رہو گی۔۔۔ ٹرسٹ می۔۔۔ کچھ نہیں ہو گا۔۔۔ میری فیملی تمہیں پروٹیکٹ کر سکتی ہے اور اگر تمہاری فیملی کو اب یہ پتا چلتا ہے کہ تم میری بیوی ہو تو اتنا آسان نہیں ہو گا ان کے لیے تمہیں نقصان پہنچانا۔ جو بھی ہونا ہے ایک بار کھل کر ہو جائے۔ تمہیں اس طرح چھپا کر رکھوں اور انہیں کسی طرح علم ہو جائے تو وہ تمہیں کوئی نقصان پہنچا سکتے ہیں ایسی صورت میں میں پولیس کے پاس جا کر بھی کچھ نہیں کر سکوں گا۔ وہ صاف انکار کر دیں گے کہ تم نو سال سے غائب ہو اور وہ تمہارے بارے میں کچھ نہیں جانتے۔" وہ خاموش رہی تھی۔

"کیا سوچ رہی ہو؟" سالار نے بولتے بولتے اس کی خاموشی نوٹس کی۔

"مجھے تمہارے ساتھ شادی نہیں کرنا چاہیے تھی۔۔۔ کسی کے ساتھ بھی نہیں کرنا چاہیے تھی۔۔۔ میں نے اپنے ساتھ تمہیں بھی مصیبت میں ڈال دیا۔ یہ ٹھیک نہیں ہوا۔" وہ بے حد اپ سیٹ ہو گئی۔

"ہاں' اگر تم کسی اور کے ساتھ شادی کرتیں تو یہ واقعی ان فیئر ہوتا لیکن میری کوئی بات نہیں۔ میں نے تو خیر پہلے بھی تمہاری فیملی کی بہت گالیاں اور بددعائیں لی ہیں' اب پھر سہی۔" وہ بڑی لاپروائی سے کہہ رہا تھا۔

"تو پھر سیٹ بک کروا دوں تمہاری؟" وہ واقعی ڈھیٹ تھا۔ وہ چپ بیٹھی رہی۔

"کچھ نہیں ہو گا امامہ۔۔۔ مارک مائی ورڈ۔" سالار نے اسٹیئرنگ سے ایک ہاتھ اٹھا کر اس کے کندھوں پر پھیلاتے ہوئے اسے تسلی دی۔

"تم کوئی ولی نہیں ہو۔" اس نے خفگی سے کہا۔

اس کے کندھوں سے بازو ہٹاتے ہوئے وہ بے اختیار ہنسا۔

"اچھا' میں نے کب کہا کہ میں ولی ہوں۔ میں تو شاید انسان بھی نہیں ہوں۔"

اس کے اس جملے پر اس نے گردن موڑ کر اسے دیکھا۔ وہ اب ونڈ اسکرین کے پار دیکھ رہا تھا۔

"کچھ نہیں ہو گا۔" اس نے اپنے چہرے پر امامہ کی نظریں محسوس کیں۔ "ویسے ہی پاپا چاہتے ہیں ہم وہاں آئیں۔"

امامہ نے اس بار جواب میں کچھ نہیں کہا تھا۔

☼ ☼ ☼

اس شام سالار کو ڈاکٹر سبط علی اور ان کی بیوی کچھ سنجیدہ لگے تھے اور اس سنجیدگی کی کوئی وجہ اس کی سمجھ میں نہیں آئی۔ امامہ بھی کھانے کے دوران بالکل خاموش رہی تھی لیکن اس نے اس کی خاموشی کو گاڑی میں ہونے والی گفتگو کا نتیجہ سمجھا۔

وہ لاؤنج میں بیٹھے چائے پی رہے تھے جب ڈاکٹر سبط علی نے اس موضوع کو چھیڑا۔

"سالار! امامہ کو کچھ شکایتیں ہیں آپ سے۔" وہ چائے کا گھونٹ بھرتے ہوئے ٹھٹکا۔ یہ بات اگر ڈاکٹر سبط علی نے نہ کہی ہوتی تو وہ اسے مذاق سمجھتا۔ اس نے کچھ حیرانی کے عالم میں ڈاکٹر سبط علی کو دیکھا' پھر اپنے برابر میں بیٹھی امامہ کو۔ وہ چائے کا کپ اپنے گھٹنے پر رکھے چائے پر نظریں جمائے ہوئے تھی۔ اس کے ذہن میں پہلا خیال گاڑی

میں ہونے والی گفتگو کا آیا لیکن امامہ نے کس وقت ڈاکٹر صاحب کو گاڑی میں ہونے والی گفتگو کے بارے میں جتایا تھا۔۔۔؟۔۔۔ وہ بے حد حیران ہوا۔

"جی۔۔۔!" اس نے کپ واپس پرچ میں رکھ دیا۔

"امامہ آپ کے رویے سے ناخوش ہیں۔" ڈاکٹر سبط علی نے اگلا جملہ بولا۔

سالار کو لگا اسے سننے میں کوئی غلطی ہوئی ہے۔

"جی۔۔۔" اس نے بے اختیار کہا۔ "میں سمجھا نہیں۔"

"آپ امامہ پر طنز کرتے ہیں۔۔۔؟" وہ پلکیں جھپکے بغیر ڈاکٹر سبط علی کو دیکھتا رہا۔ بمشکل سانس لے کر چند لمحوں بعد اس نے امامہ کو دیکھا۔

"یہ آپ سے امامہ نے کہا؟" اس نے اسے بے یقینی سے دیکھتے ہوئے ڈاکٹر سبط علی سے کہا۔

"ہاں' آپ اس سے ٹھیک سے بات نہیں کرتے۔"

سالار نے گردن موڑ کر ایک بار پھر امامہ کو دیکھا۔ وہ اب بھی نظریں جھکائے بیٹھی تھی۔

"یہ بھی آپ سے امامہ نے کہا؟" اس کے تو جیسے چودہ طبق روشن ہو رہے تھے۔

ڈاکٹر سبط علی نے سر ہلایا۔ سالار نے بے اختیار اپنے ہونٹ کا ایک کونا کاٹتے ہوئے چائے کا کپ سینٹر ٹیبل پر رکھ دیا۔ اس کا ذہن بری طرح چکرا گیا تھا۔ یہ اس کی زندگی کی سب سے پریشان کن صورت حال میں سے ایک تھی۔

امامہ نے چائے کے کپ سے اٹھتی بھاپ پر نظریں جمائے بے حد شرمندگی اور پچھتاوے کے عالم میں اس کو گلا صاف کرتے ہوئے' کہتے سنا۔ "اور۔۔۔؟"

جو کچھ ہو رہا تھا' یہ امامہ کی خواہش نہیں تھی' حماقت تھی' لیکن تیر کمان سے نکل چکا تھا۔

"اور یہ کہ آپ کہیں جاتے ہوئے اسے انفارم نہیں کرتے۔ پرسوں آپ جھگڑا کرنے کے بعد اسے سعیدہ بہن کی طرف چھوڑ گئے تھے۔" اس بار سالار نے پہلے کلثوم آنٹی کو دیکھا پھر ڈاکٹر سبط علی کو۔۔۔ پھر امامہ کو۔۔۔ اگر آسمان اس کے سر پر گرتا تب بھی اس کی یہ حالت نہ ہوتی جو اس وقت ہوئی تھی۔

"جھگڑا۔۔۔؟ میرا تو کوئی جھگڑا نہیں ہوا۔" اس نے بمشکل اپنے حواس پر قابو پاتے ہوئے کہنا شروع کیا تھا۔ "اور امامہ نے خود مجھ سے کہا تھا کہ وہ سعیدہ اماں کے گھر رہنا چاہتی ہے اور میں تو پچھلے چار دنوں سے کہیں۔" وہ بات کرتے کرتے رک گیا۔

اس نے امامہ کی سسکی سنی تھی۔ اس نے بے اختیار گردن موڑ کر امامہ کو دیکھا' وہ اپنی ناک رگڑ رہی تھی۔ کلثوم آنٹی اور ڈاکٹر صاحب بھی اس کی طرف متوجہ ہوئے۔ سالار بات جاری نہیں رکھ سکا۔ کلثوم آنٹی اٹھ کر اس کے پاس آ کر اسے دلاسا دینے لگیں۔ وہ ہکا بکا بیٹھا رہا۔ ڈاکٹر سبط علی نے ملازم کو پانی لانے کے لیے کہا۔

سالار کی کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا لیکن اس وقت وہاں اپنی صفائیاں دینے اور وضاحت کرنے کا موقع نہیں تھا۔ وہ چپ چاپ بیٹھا اسے دیکھتا رہا اور سوچتا رہا' وہ الو کا پٹھا ہے کیونکہ پچھلے چار دن سے اس کی چھٹی حس جو سگنلز بار بار دے رہی تھی' وہ بالکل ٹھیک تھے۔ صرف اس نے خوش فہمی اور لاپروائی کا مظاہرہ کیا تھا۔

پانچ دس منٹ کے بعد سب کچھ نارمل ہو گیا۔ ڈاکٹر صاحب تقریباً" آدھے گھنٹے تک سالار کو سمجھاتے رہے۔ وہ خاموشی سے سر ہلاتے ہوئے ان کی باتیں سنتا رہا۔ اس کے برابر بیٹھی امامہ کو بے حد ندامت ہو رہی تھی۔ اس کے بعد سالار کا اکیلے میں سامنا کرنا کتنا مشکل تھا۔ یہ اس سے بہتر کوئی نہیں سمجھ سکتا تھا۔

آدھے گھنٹے کے بعد وہ دونوں وہاں سے رخصت ہو کر گاڑی میں بیٹھ گئے۔ گاڑی ڈاکٹر سبط علی کے گھر کے گیٹ

Copied From Web
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

سے باہر نکلتے ہی امامہ نے اسے کہتے سنا۔

"مجھے یقین نہیں آرہا۔ میں یقین نہیں کرسکتا۔"

اسے اس سے اسی ردعمل کی توقع تھی۔ وہ ونڈ اسکرین سے نظر آتی ہوئی سڑک پر نظریں جمائے بیٹھی اس وقت بے حد نروس ہو رہی تھی۔

"میں تم پر طنز کرتا ہوں... تم سے ٹھیک سے بات نہیں کرتا... تمہیں بتائے بغیر جاتا ہوں... تمہیں سعیدہ اماں کے گھر چھوڑ گیا تھا... جھگڑا کیا۔ تم نے ان لوگوں سے جھوٹ بولا؟"

امامہ نے بے اختیار اسے دیکھا۔ وہ جھوٹ کا لفظ استعمال نہ کرتا تو اسے اتنا برا نہ لگتا۔

"میں نے کوئی جھوٹ نہیں بولا۔" اس نے بے حد خفگی سے کہا۔

"میں تم پر طنز کرتا ہوں؟" سالار کی آواز میں تیزی آگئی۔

"تم نے اس رات میری اندھیرے میں سونے کی عادت کو "عجیب" کہا۔" وہ بے یقینی سے اس کا منہ دیکھتا رہ گیا۔

"وہ طنز تھا؟ وہ تو بس ایسے ہی ایک بات تھی۔"

"مگر مجھے اچھی نہیں لگی۔" اس نے بے ساختہ کہا۔

"تم نے بھی تو جواباً "میری روشنی میں سونے کی عادت کو عجوبہ کہا تھا۔" وہ اس بار چپ رہی۔ سالار واقعی بہت زیادہ ناراض ہو رہا تھا۔

"اور میں تم سے ٹھیک سے بات نہیں کرتا...؟" وہ اگلے الزام پر آیا۔

"مجھے لگا تھا۔" اس نے اس بار مدافعانہ انداز میں کہا۔

"لگا تھا...؟" وہ مزید خفا ہوا۔ "تمہیں صرف "لگا" اور تم نے سیدھا ڈاکٹر صاحب سے جا کر کہہ دیا۔"

"میں نے ان سے کچھ نہیں کہا، سعیدہ اماں نے سب کچھ کہا تھا۔" اس نے وضاحت کی۔

وہ چند لمحے صدمے کے مارے کچھ بول ہی نہیں سکا۔

"یعنی تم نے ان سے بھی یہ سب کچھ کہا ہے؟" وہ چپ رہی۔

وہ ہونٹ کاٹنے لگا۔ اسے اب سعیدہ اماں کی اس رات کی بے رخی کی وجہ سمجھ میں آرہی تھی۔

"اور میں کہاں جاتا ہوں، جس کے بارے میں میں نے تمہیں نہیں بتایا...؟" سالار کو یاد آیا۔

"تم سحری کے وقت مجھے بتا کر گئے؟" سالار اس کا چہرہ دیکھ کر رہ گیا۔

"امامہ! میں مسجد جاتا ہوں اس وقت فرقان کے ساتھ۔ اس کے بعد جم اور پھر واپس گھر آجاتا ہوں۔ اب میں مسجد بھی تمہیں بتا کر جایا کروں؟" وہ جھنجلایا تھا۔

"مجھے کیا پتا تم اتنی صبح کہاں جاتے ہو...؟ مجھے تو اپ سیٹ ہونا ہی تھا۔" امامہ نے کہا۔

اس کی وضاحت پر وہ مزید تپ گیا۔

"تمہارا کیا خیال ہے کہ میں رمضان میں سحری کے وقت کہاں جاسکتا ہوں...؟ کسی نائٹ کلب...؟ یا کسی گرل فرینڈ سے ملنے...؟ کوئی احمق بھی جان سکتا ہے کہ میں کہاں جاسکتا ہوں۔" وہ احمق کے لفظ پر بری طرح تلملائی۔

"ٹھیک ہے، میں واقعی احمق ہوں... بس۔"

"اور سعیدہ اماں کے گھر میں رہنے کا تم نے کہا تھا... کہا تھا نا... اور کون سا جھگڑا ہوا تھا تمہارا؟"

وہ خاموش رہی۔

"اتنے زیادہ جھوٹ بولنے کی کیا ضرورت تھی تمہیں؟" وہ اس بار اس کی بات پر روہانسی ہوگئی۔

"بار بار مجھے جھوٹا مت کہو۔"

"امامہ! جو جھوٹ ہے، میں اسے جھوٹ ہی کہوں گا۔ تم نے ڈاکٹر صاحب کے سامنے مجھے منہ دکھانے کے قابل نہیں چھوڑا۔ کیا سوچ رہے ہوں گے وہ میرے بارے میں...؟" وہ واقعی بری طرح اپ سیٹ تھا۔

"اچھا اب یہ سب ختم کرو۔" اس نے امامہ کے گالوں پر یک دم بہنے والے آنسو دیکھ لیے تھے اور وہ بری طرح جھنجلایا تھا۔ "ہم جس ایشو پر "بات" کر رہے ہیں امامہ! اس میں رونے دھونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔" وہ روتی رہی۔

"یہ ٹھیک نہیں ہے امامہ!... تم نے ڈاکٹر صاحب کے گھر بھی یہی کیا تھا میرے ساتھ۔"

اس کا غصہ ٹھنڈا پڑنے لگا تھا لیکن جھنجلاہٹ بڑھ گئی تھی۔ جو کچھ بھی تھا، وہ اس کی شادی کا چوتھا دن تھا اور وہ ایک گھنٹے میں دوسری بار یوں زار و قطار رو رہی تھی۔ اس کی جگہ کوئی بھی لڑکی یوں رو رہی ہوتی تو وہ پریشان ہوتا، یہ تو خیر امامہ تھی۔ وہ بے اختیار نرم پڑا۔ اس کے کندھے پر اپنا بازو پھیلا کر اس نے جیسے اسے چپ کروانے کی کوشش کی۔ امامہ نے ڈیش بورڈ پر پڑے ٹشو باکس سے ایک ٹشو پیپر نکال کر اپنی سرخ ہوتی ہوئی ناک کو رگڑا اور سالار کی صلح کی کوششوں پر پانی پھیرتے ہوئے کہا۔

"میں اسی لیے تم سے شادی نہیں کرنا چاہتی تھی۔ مجھے پتا تھا تم میرے ساتھ اسی طرح کا سلوک کرو گے۔"

وہ اس کے جملے پر ایک لمحے کے لیے ساکت رہ گیا پھر اس نے اس کے کندھے سے ہاتھ ہٹاتے ہوئے کہا۔

"کیسا سلوک... تم وضاحت کرو گی؟" اس کے لہجے میں پھر خفگی اتر آئی "میں نے آخر کیا کیا ہے تمہارے ساتھ۔"

وہ ایک بار پھر ہچکیوں سے رونے لگی۔ سالار نے بے بسی سے اپنی آنکھیں بند کیں۔ وہ ڈرائیونگ نہ کر رہا ہوتا تو یقیناً" سر بھی پکڑ لیتا۔ باقی رستے دونوں میں کوئی بھی بات نہیں ہوئی۔ کچھ دیر بعد وہ بالآخر چپ ہوگئی۔ سالار نے سکون کا سانس لیا۔

اپارٹمنٹ میں آکر بھی دونوں کے درمیان کوئی بات نہیں ہوئی۔ وہ بیڈ روم میں جانے کے بجائے لاؤنج کے ایک صوفے پر بیٹھ گئی تھی۔ سالار بیڈ روم میں چلا گیا۔ وہ کپڑے بدل کر بیڈ روم میں آیا، وہ تب بھی اندر نہیں آئی تھی۔ "اچھا ہے، اسے بیٹھ کر اپنے رویے کے بارے میں کچھ دیر سوچنا چاہیے..." اس نے اپنے بیڈ پر لیٹتے ہوئے سوچا۔ وہ سونا چاہتا تھا اور اس نے بیڈ روم کی لائٹس آف نہیں کی تھیں لیکن نیند یک دم اس کی آنکھوں سے غائب ہوگئی تھی۔ اب ٹھیک ہے، بندہ سوچے لیکن اتنا بھی کیا سوچنا۔ مزید پانچ منٹ گزرنے کے باوجود اس کے نمودار نہ ہونے پر وہ بے اختیار جھنجلایا۔ دو منٹ مزید گزرنے کے بعد وہ بیڈ روم سے نکل آیا۔

وہ لاؤنج کے صوفے کے ایک کونے میں، دونوں پاؤں اوپر رکھے، کشن گود میں لیے بیٹھی تھی۔ سالار نے سکون کا سانس لیا۔ کم از کم وہ اس وقت رو نہیں رہی تھی۔ سالار کے لاؤنج میں آنے پر اس نے سر اٹھا کر بھی اسے نہیں دیکھا تھا۔ وہ بس اسی طرح کشن کو گود میں لیے اس کے دھاگے کھینچتی رہی۔ وہ اس کے پاس صوفے پر آکر بیٹھ گیا۔ کشن کو ایک طرف رکھتے ہوئے امامہ نے بے اختیار صوفے سے اٹھنے کی کوشش کی۔ سالار نے اس کا بازو پکڑ کر اسے روکا۔

"یہیں بیٹھو۔" اس نے تحکمانہ انداز میں اس سے کہا۔

اس نے ایک لمحے کے لیے بازو چھڑانے کا سوچا، پھر ارادہ بدل دیا۔ وہ دوبارہ بیٹھ گئی لیکن اس نے اپنے بازو سے سالار کا ہاتھ ہٹا دیا۔

www.bookspk.net
Copied From Web
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

"میرا کوئی قصور نہیں ہے... لیکن آئی ایم سوری۔" اس نے مصالحت کی پہلی کوشش کا آغاز کیا۔
امامہ نے خفگی سے اسے دیکھا لیکن کچھ کہا نہیں۔ وہ کچھ دیر اس کے بولنے کا منتظر رہا لیکن پھر اسے اندازہ ہو گیا کہ وہ فی الحال اس کی معذرت قبول کرنے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتی۔
"تمہیں یہ کیوں لگا کہ میں تم سے ٹھیک سے بات نہیں کر رہا...؟ امامہ! میں تم سے بات کر رہا ہوں۔" اس نے اس کے خاموش رہنے پر کہا۔
"تم مجھے اگنور کرتے رہے۔" ایک لمبے توقف کے بعد اس نے بالآخر کہا۔
"اگنور؟" وہ بھونچکا رہ گیا۔ "میں تمہیں... "تمہیں" اگنور کرتا رہا... میں کر "سکتا" ہوں؟" اس نے بے یقینی سے کہا۔ امامہ نے اس سے نظریں نہیں ملائیں۔
"تم سوچ بھی کیسے سکتی ہو یہ...؟ تمہیں "اگنور" کرنے کے لیے شادی کی تھی میں نے تم سے؟ تمہیں اگنور کرنے کے لیے اتنے سالوں سے خوار ہوتا پھر رہا ہوں میں۔"
"لیکن تم کرتے رہے..." وہ اپنی بات پر مصر تھی۔ "تم زبان سے ایک بات کہتے ہو لیکن تم..." وہ بات کرتے کرتے رکی۔ اس کی آنکھوں میں نمی تیرنے لگی۔ "تمہاری زندگی میں میری کوئی... کوئی اہمیت ہی نہیں ہے۔"
"رکو مت، کہتی رہو... میں جاننا چاہتا ہوں کہ میں ایسا کیا کر رہا ہوں، جس سے تمہیں میرے بارے میں اتنی غلط فہمیاں ہو رہی ہیں۔" اس نے اس کی آنکھوں کی نمی کو نظرانداز کرتے ہوئے بے حد سنجیدگی سے کہا۔
"میں نے تمہیں صبح مسجد جاتے ہوئے نہیں بتایا... آفس جاتے ہوئے بھی نہیں بتایا... اور؟" اس نے گفتگو شروع کرنے کے لیے اسے کیو دی۔
"تم نے مجھے یہ بھی نہیں بتایا کہ تم افطار پر دیر سے آؤ گے۔ تم چاہتے تو جلدی بھی آ سکتے تھے۔" وہ رکی۔
"اور...؟" سالار نے کوئی وضاحت کیے بغیر کہا۔
"میں نے تمہارے کہنے کے مطابق تمہیں میسج کیا لیکن تم نے مجھے کال نہیں کی۔ اپنے پیرنٹس کو ریسیو کرنے یا چھوڑنے کے لیے تم مجھے بھی ایئرپورٹ لے جا سکتے تھے لیکن تم نے مجھ سے نہیں کہا۔ ٹھیک ہے، میں نے کہا تھا کہ مجھے سعیدہ اماں کے گھر چھوڑ دو، لیکن تم نے ایک بار بھی مجھے ساتھ چلنے کے لیے نہیں کہا۔ میری کتنی بے عزتی ہوئی ان کے سامنے۔"
وہ بہتے آنسوؤں کے ساتھ کہہ رہی تھی۔
وہ پلک جھپکے بغیر یک ٹک اسے دیکھ رہا تھا۔ پانی اب اس کی آنکھوں سے ہی نہیں، ناک سے بھی بہنے لگا تھا۔ وہ پوری دل جمعی سے رو رہی تھی۔ سالار نے سینٹر ٹیبل کے ٹشو باکس سے ایک ٹشو پیپر نکال کر اس کی طرف بڑھایا۔ اس نے اس کا ہاتھ جھٹک کر خود ایک ٹشو پیپر نکال لیا۔ اس نے ناک رگڑی تھی، آنکھیں نہیں۔
"اور...؟" سالار نے بڑے تحمل کے ساتھ ایک بار پھر کہا۔
وہ کہنا چاہتی تھی کہ اس نے اسے شادی کا کوئی گفٹ تک نہیں دیا۔ اس کی ایک دکھتی رگ یہ بھی تھی لیکن اس سے تحفے کا ذکر کرنا اسے اپنی توہین لگی۔ اس نے تحفے کا ذکر نہیں کیا۔ کچھ دیر وہ اپنی ناک رگڑتی، سسکیوں کے ساتھ روتی رہی۔ سالار نے بالآخر اس سے پوچھا۔
"بس یا ابھی کچھ اور بھی جرم ہیں میرے؟"
"مجھے پتا تھا کہ تم شادی کے بعد میرے..."
سالار نے اس کی بات کاٹ دی۔
"ساتھ یہی کرو گے... مجھے پتا ہے، تمہیں میرے بارے میں سب کچھ پہلے سے ہی پتا چل جاتا ہے۔" وہ اس

کے جملے پر بری طرح چڑا تھا۔ "اس کے باوجود اب تم مجھے کچھ کہنے کا موقع دو گی...؟" وہ چپ بیٹھی اپنی ناک رگڑتی رہی۔
"اگر میں شادی کے اگلے دن آفس سے جلدی آ سکتا تو آ جاتا، آج آیا ہوں نا جلدی۔"
"تم اپنے پیرنٹس کے لیے تو آ گئے تھے۔" امامہ نے مداخلت کی۔
"اس دن میری پریزنٹیشن نہیں تھی اور میں نے تمہیں کال کی تھی۔ ایک بار نہیں، کئی بار... تم اپنا سیل فون دیکھو یا میں دکھاؤں۔" سالار نے چیلنج کرنے والے انداز میں کہا۔
"میرے میسج کرنے پر تو نہیں کی تھی نا؟"
"اس وقت میں میٹنگ میں تھا، میرا سیل میرے پاس نہیں تھا۔ بورڈ روم سے نکل کر پہلی کال میں نے تمہیں ہی کی تھی، ریسیو کرنا تو ایک طرف تم نے توجہ تک نہیں دی۔ میں نے سعیدہ اماں کے گھر بھی تمہیں کالز کیں، تم نے وہاں بھی یہی کیا بلکہ سیل ہی آف کر دیا۔ تو مجھے بھی ناراض ہونا چاہیے تھا، مجھے کہنا چاہیے تھا کہ تم مجھے اگنور کر رہی ہو لیکن میں نے تو ایسا نہیں کیا۔ میں نے تو سوچا تک نہیں اس چیز کے بارے میں۔" وہ اب اسے سنجیدگی سے سمجھا رہا تھا۔
"تمہیں اپنے ساتھ ایئرپورٹ لے کر جانا تو ممکن ہی نہیں تھا... ایئرپورٹ ایک طرف ہے... بیچ میں میرا آفس ہے... اور دوسری طرف گھر... میں پہلے یہاں آتا... تمہیں لے کر پھر ایئرپورٹ جاتا... دگنا ٹائم لگتا... اور تمہارے لیے انہیں ایئرپورٹ جا کر ریسیو کرنا ضروری بھی نہیں تھا۔" وہ ایک لمحہ کے لیے رکا پھر بولا۔
"اب میں شکایت کروں تم سے؟"
امامہ نے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا۔
"تم نے سعیدہ اماں کے گھر پر ٹھہرنے کا فیصلہ کیا، مجھ سے پوچھنے کی زحمت تک نہیں کی۔" اس کی آنکھوں میں سیلاب کا ایک نیا ریلا آیا۔
"میرا خیال تھا، تم مجھے وہاں رہنے ہی نہیں دو گے، لیکن تم تو تنگ آئے ہوئے تھے مجھ سے۔ تم نے مجھے ایک بار بھی ساتھ چلنے کو نہیں کہا۔"
سالار نے بے اختیار گہرا سانس لیا۔
"مجھے کیا پتا تھا۔ میں نے سوچا کہ تمہاری خواہش ہے، مجھے پوری کرنی چاہیے۔ چلو ٹھیک ہے، میری غلطی تھی۔ مجھے کہنا چاہیے تھا تمہیں چلنے کے لیے، لیکن کم از کم تمہیں مجھے خدا حافظ کہنے کے لیے باہر تک تو آنا چاہیے تھا۔ میں پندرہ منٹ صحن میں کھڑا انتظار کرتا رہا لیکن تم نے ایک لمحہ کے لیے بھی باہر آنے کی زحمت نہیں کی۔"
"میں ناراض تھی، اس لیے نہیں آئی۔"
"ناراضی میں بھی کوئی فارمیلٹی تو ہوتی ہے نا...؟" وہ خاموش رہی۔
"تم نے فرقان کے حوالے سے ضد کی کہ مجھے وہاں نہیں جانا۔ خواہ مخواہ کی ضد تھی۔ مجھے برا لگا تھا لیکن میں نے تمہیں اپنی بات ماننے پر مجبور نہیں کیا۔" وہ ایک لمحہ کے لیے رکا۔ "فرقان میرا سب سے زیادہ کلوز فرینڈ ہے۔ فرقان اور بھابھی نے ہمیشہ میرا بہت خیال رکھا ہے اور یہ میرے لیے قابل قبول نہیں ہے کہ میری وائف اس فیملی کی عزت نہ کرے۔"
اس کی آنکھوں میں امڈتے سیلاب کے ایک اور ریلے کو نظرانداز کرتے ہوئے اس نے کہا۔ امامہ نے اس بار کوئی وضاحت نہیں دی تھی۔

Copied From
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.bookspk.net

"میں نے تم سے یہ گلہ بھی نہیں کیا کہ تم نے میرے پیرنٹس کو ایک دفعہ بھی کال کرکے یہ نہیں پوچھا کہ وہ ٹھیک سے پہنچ گئے یا ان کی فلائٹ ٹھیک رہی۔" وہ بڑے تحمل سے کہہ رہا تھا۔ وہ جزبز ہوئی۔

"میرے پاس ان کا نمبر نہیں ہے۔"

"تم مجھ سے لے لیتیں اگر تم واقعی ان سے بات کرنے میں انٹرسٹڈ ہوتیں۔ وہ تمہارے لیے یہاں آئے تھے تو تمہاری اتنی ذمہ داری تو بنتی تھی نا کہ تم ان کی فلائٹ کے بارے میں ان سے پوچھتیں یا ان کے جانے کے بعد ان سے بات کرتیں۔"

"تو تم مجھ سے کہہ دیتے۔ کیوں نہیں کہا۔۔۔؟"

"میں نے اس لیے نہیں کہا کیونکہ یہ میرے نزدیک کوئی ایشوز نہیں ہیں' یہ معمولی باتیں ہیں۔ یہ ایسے ایشوز نہیں ہیں کہ جن پر میں تم سے ناراض ہوتا پھروں یا جھگڑا کروں۔" وہ بول نہیں سکی۔

"لیکن تم نے یہ کیا کہ میرے خلاف کیس تیار کرتی رہیں۔۔۔ ہر چھوٹی بڑی بات دل میں رکھتی رہیں' مجھ سے کوئی شکایت نہیں کی۔۔۔ لیکن سعیدہ اماں کو سب کچھ بتایا۔۔۔ اور ڈاکٹر صاحب کو بھی۔۔۔ کسی دوسرے سے بات کرنے سے پہلے تمہیں مجھ سے بات کرنی چاہیے تھی۔۔۔ کرنی چاہیے تھی نا۔۔۔؟"

اس کے آنسو تھمنے لگے۔ وہ اسے بڑے تحمل سے سمجھا رہا تھا۔

"اگر میں تمہاری بات نہ سنتا تو اور بات تھی۔ پھر تم کہتیں کسی سے بھی' مجھے اعتراض نہ ہوتا۔" وہ خاموش رہی۔ اس کی بات کچھ غلط بھی نہیں تھی۔

"تم سو نہ رہی ہوتیں تو میں یقیناً" تمہیں بتا کر ہی گھر سے نکلتا کہ میں کہاں جا رہا ہوں' لیکن ایک سوئے ہوئے بندے کو صرف یہ بتانے کے لیے اٹھاؤں کہ میں جا رہا ہوں' یہ تو میں کبھی نہیں کر سکتا۔"

وہ کچھ بول نہ سکی۔

"اگنور۔۔۔؟ میں حیران ہوں امامہ! کہ یہ خیال تمہارے دماغ میں کیسے آ گیا۔ میں چار دن سے ساتویں آسمان پر ہوں اور تم کہہ رہی ہو میں تمہیں اگنور کر رہا ہوں۔"

"لیکن تم نے ایک بار بھی میری تعریف نہیں کی۔" امامہ کو ایک اور "خطا" یاد آئی۔

سالار نے چونک کر اسے دیکھا۔

"کس چیز کی تعریف؟" اس نے حیران ہو کر پوچھا۔ "یہ ایک بے حد احمقانہ سوال تھا لیکن اس سوال نے امامہ کو شرمندہ کیا تھا۔

"اب یہ بھی میں بتاؤں؟" وہ بری طرح بگڑی تھی۔

"تمہاری خوب صورتی کی؟" سالار نے کچھ الجھ کر اندازہ لگایا۔ وہ مزید خفا ہوئی۔

"میں کب کہہ رہی ہوں خوب صورتی کی کرو۔ کسی بھی چیز کی تعریف کر دیتے' میرے کپڑوں کی کر دیتے۔"

اس نے کہہ تو دیا لیکن وہ یہ شکایت کرنے پر پچھتائی۔ سالار کے جوابی سوالوں نے اسے بری طرح شرمندہ کیا تھا۔ سالار نے ایک نظر اسے' پھر اس کے کپڑوں کو دیکھ کر ایک گہرا سانس لیا اور بے اختیار ہنسا۔

"امامہ! تم مجھے اپنے منہ سے اپنی تعریف کرنے کے لیے کہہ رہی ہو۔" اس نے ہنستے ہوئے کہا۔ یہ جیسے اس کے لیے مذاق تھا۔ وہ بری طرح جھینپ گئی۔

"مت کرو میں نے کب کہا ہے۔"

"نہیں' یو آر رائٹ۔ میں نے واقعی ابھی تک تمہیں کسی بھی چیز کے لیے نہیں سراہا۔ مجھے کرنا چاہیے تھا۔" وہ یک دم سنجیدہ ہو گیا۔ اس نے امامہ کی شرمندگی محسوس کرلی تھی۔

اس کے کندھے پر بازو پھیلاتے ہوئے اس نے امامہ کو اپنے قریب کیا۔ اس بار امامہ نے اس کا ہاتھ نہیں جھٹکا تھا۔ اس کے آنسو اب ختم ہو چکے تھے۔ سالار نے دوسرے ہاتھ سے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ وہ اس کے ہاتھ کو بڑی نرمی کے ساتھ سہلاتے ہوئے بولا۔

"ایسی شکایتیں وہاں ہوتی ہیں جہاں صرف چند دن کا ساتھ ہو لیکن جہاں زندگی بھر کی بات ہو' وہاں یہ سب کچھ بہت سیکنڈری ہو جاتا ہے۔" اسے اپنے ساتھ لگائے وہ بہت نرمی سے سمجھا رہا تھا۔

"تم سے شادی میرے لیے بہت معنی رکھتی "تھی" اور معنی رکھتی "ہے"۔۔۔ لیکن آئندہ بھی کچھ معنی رکھے "گی" اس کا انحصار تم پر ہے۔ مجھ سے جو گلہ ہے اسے مجھ سے کرو' دوسروں سے نہیں۔ میں صرف تم کو جوابدہ ہوں امامہ! کسی اور کے سامنے نہیں۔" اس نے بڑے نپے تلے لفظوں میں اسے بہت کچھ سمجھانے کی کوشش کی تھی۔

"ہم کبھی دوست نہیں تھے لیکن دوستوں سے زیادہ بے تکلفی اور صاف گوئی رہی ہے ہمارے تعلق میں۔ شادی کا رشتہ اسے کمزور کیوں کر رہا ہے؟"

امامہ نے نظر اٹھا کر اس کے چہرے کو دیکھا۔ اسے اس کی آنکھوں میں بھی وہی سنجیدگی نظر آئی جو اس کے لفظوں میں تھی۔ اس نے ایک بار پھر سر جھکا لیا۔ "وہ غلط نہیں کہہ رہا تھا" اس کے دل نے اعتراف کیا۔

"تم میری زندگی میں ہر شخص اور ہر چیز سے بہت زیادہ امپورٹینس رکھتی ہو۔" سالار نے اپنے لفظوں پر زور دیتے ہوئے کہا۔ "لیکن یہ ایک جملہ میں تمہیں ہر روز نہیں کہہ پاؤں گا۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ میرے لیے تمہاری امپورٹنس کم ہو گئی ہے۔ میری زندگی میں تمہاری امپورٹنس اب میرے ہاتھ میں نہیں' تمہارے ہاتھ میں ہے۔ یہ تمہیں طے کرنا ہے کہ وقت گزرنے کے ساتھ تم اس امپورٹنس کو بڑھاؤ گی یا کم کرو گی۔"

اس کی بات سنتے ہوئے امامہ کی نظر اس کے اس ہاتھ کی پشت پر پڑی جس سے وہ اس کا ہاتھ سہلا رہا تھا۔ اس کے ہاتھ کی پشت بے حد صاف ستھری تھی۔ ہاتھ کی پشت اور کلائی پر بال نہ ہونے کے برابر تھے۔ ہاتھ کی انگلیاں کسی مصور کی انگلیوں کی طرح لمبی اور عام مردوں کے ہاتھوں کی نسبت پتلی تھیں۔ اس کے ہاتھوں کی پشت پر سبز اور نیلی رگیں بہت نمایاں طور پر نظر آ رہی تھیں۔ اس کی کلائی پر رسٹ واچ کا ہلکا سا نشان تھا۔ وہ یقیناً" بہت باقاعدگی سے رسٹ واچ پہنتا تھا۔ وہ آج پہلی بار اس کے ہاتھ کو اتنے غور سے دیکھ رہی تھی۔ اسے اس کے ہاتھ بہت اچھے لگے۔ اس کا دل کچھ اور موم ہوا۔

اس کی توجہ کہاں تھی' سالار کو اندازہ نہیں ہو سکا۔ وہ اسے اسی طرح سنجیدگی سے سمجھا رہا تھا۔

"محبت یا شادی کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ دونوں پارٹنرز ایک دوسرے کو اپنے ہاتھ کی مٹھی میں بند کرکے رکھنا شروع کر دیں۔ اس سے رشتے مضبوط نہیں ہوتے' دم گھٹنے لگتا ہے۔ ایک دوسرے کو اسپیس دینا' ایک دوسرے کی انفرادی حیثیت کو تسلیم کرنا' ایک دوسرے کی آزادی کے حق کا احترام کرنا بہت ضروری ہے۔" امامہ نے گردن موڑ کر اس کا چہرہ دیکھا' وہ اب بے حد سنجیدہ تھا۔

"ہم دونوں اگر صرف ایک دوسرے کے عیب اور کوتاہیاں ڈھونڈتے رہیں گے تو بہت جلد ہمارے دل سے ایک دوسرے کے لیے عزت اور لحاظ ختم ہو جائے گا۔ کسی رشتے کو کتنی بھی محبت سے باندھا گیا ہو' اگر عزت اور لحاظ چلا جائے تو محبت بھی چلی جاتی ہے۔ یہ دونوں چیزیں محبت کے گھر کی چار دیواری ہیں' چار دیواری ختم ہو جائے تو گھر کو بچانا مشکل ہو جاتا ہے۔"

امامہ نے بڑی حیرانی سے اسے دیکھا۔ وہ اس کی آنکھوں میں حیرانی دیکھ کر مسکرایا۔

"اچھی فلاسفی ہے نا؟"

Copied From Web
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

امامہ کی آنکھوں میں نمی اور ہونٹوں پر مسکراہٹ بیک وقت آئی تھی۔ اس نے اثبات میں سرہلایا۔

سالار نے اسے اپنے کچھ اور قریب کرتے ہوئے کہا۔

"میں اللہ کا پرفیکٹ بندہ نہیں ہوں تو تمہارا پرفیکٹ شوہر کیسے بن سکتا ہوں امامہ! شاید اللہ میری کوتاہیاں نظر انداز کردے تو تم بھی معاف کردیا کرو۔"

وہ حیرانی سے اس کا چہرہ دیکھتی رہی' وہ واقعی اس سالار سکندر سے ناواقف تھی۔ سالار نے بڑی نرمی کے ساتھ اس کی آنکھوں کے سوجے ہوئے پپوٹوں کو اپنی پوروں سے چھوا۔

"کیا حال کرلیا ہے تم نے اپنی آنکھوں کا۔۔۔؟ تمہیں مجھ پر ترس نہیں آتا؟"

وہ بڑی ملائمت سے کہہ رہا تھا۔

امامہ نے جواب دینے کے بجائے اس کے سینے پر سر رکھ دیا۔ وہ اب بے حد پُرسکون تھی۔ اس کے گرد اپنا ایک بازو حمائل کرتے ہوئے اور دوسرے ہاتھ سے اس کے چہرے اور گردن پر آتے ہوئے بالوں کو ہٹاتے ہوئے اس نے پہلی بار نوٹس کیا کہ وہ رونے کے بعد زیادہ اچھی لگتی ہے لیکن اس سے یہ بات کہنا' اپنے پاؤں پر کلہاڑی مارنے والی بات تھی۔ وہ اس کی طرف متوجہ نہیں تھی۔ وہ اس کے نائٹ ڈریس کی شرٹ پر بنے پیٹرن پر غیر محسوس انداز میں انگلیاں پھیر رہی تھی۔

"موو کلر اچھا لگتا ہے تم پر۔" اس نے بے حد رومانٹک انداز میں اس کے کپڑوں پر ایک نظر ڈالتے ہوئے کہا۔

اس کے سینے پر حرکت کرتا اس کا ہاتھ یک دم رکا۔ امامہ نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔ سالار نے اس کی آنکھوں میں خفگی دیکھی' وہ مسکرایا۔

"تعریف کررہا ہوں تمہاری۔"

"یہ ٹی پنک ہے۔"

"او! اچھا۔" سالار نے گڑبڑا کر اس کے کپڑوں کو دوبارہ دیکھا۔

"یہ ٹی پنک ہے؟ میں نے اصل میں موو کلر بہت عرصے سے کسی کو پہنے نہیں دیکھا۔" سالار نے وضاحت کی۔

"کل موو پہنا ہوا تھا میں نے۔" امامہ کی آنکھوں کی خفگی بڑھی۔

"لیکن میں تو اسے پرپل سمجھا تھا۔" سالار مزید گڑبڑایا۔

"وہ جو سامنے دیوار پر پینٹنگ ہے نا' اس میں ہیں پرپل فلاورز۔" امامہ نے کچھ تحمل کا مظاہرہ کرنے کی کوشش کی۔

سالار اس پینٹنگ کو گھورتے ہوئے اسے یہ نہیں بتاسکا کہ وہ ان فلاورز کو بلیو کلر کا کوئی شیڈ سمجھ کرلایا تھا۔ امامہ اب اس کا چہرہ دیکھ رہی تھی۔ سالار نے کچھ بے چارگی کے انداز میں گہرا سانس لیا۔

"میرا خیال ہے' اس شادی کو کامیاب کرنے کے لیے مجھے اپنی جیب میں ایک شیڈ کارڈ رکھنا پڑے گا۔" وہ پینٹنگ کو دیکھتے ہوئے بڑبڑایا تھا۔

☼ ☼ ☼

وہ پہلی صبح تھی جب اس کی آنکھ سالار سے پہلے کھلی تھی' الارم سیٹ ٹائم سے بھی دس منٹ پہلے۔ چند منٹ وہ اسی طرح بستر میں پڑی رہی۔ اسے اندازہ نہیں ہو رہا تھا کہ رات کا کون سا پہر ہے۔ بیڈ سائیڈ ٹیبل پر پڑا الارم کلاک اٹھا کر اس نے ٹائم دیکھا پھر ساتھ ہی الارم آف کردیا۔ بڑی احتیاط سے وہ اٹھ کر بستر میں بیٹھی۔ سائیڈ ٹیبل

کا لیمپ بڑی احتیاط سے آن کرتے ہوئے اس نے سلیپرز ڈھونڈے' پھر اس نے کھڑے ہوتے ہوئے سائیڈ ٹیبل کا لیمپ آف کیا۔ تب اس نے سالار کی سائیڈ کے لیمپ کو آن ہوتے دیکھا۔ وہ کس وقت بیدار ہوا تھا' امامہ کو اندازہ نہیں ہوا تھا۔

"میں سمجھی تم سو رہے ہو۔" اس نے سالار کے سلام کا جواب دیتے ہوئے کہا۔

"میں ابھی اٹھا ہوں' کمرے میں آہٹ کی وجہ سے۔"

وہ اسی طرح لیٹے لیٹے اب اپنا سیل فون دیکھ رہا تھا۔

"لیکن میں نے تو کوئی آواز نہیں کی۔ میں تو کوشش کررہی تھی کہ تم ڈسٹرب نہ ہو۔" امامہ کچھ حیران ہوئی تھی۔

"میری نیند زیادہ گہری نہیں ہے امامہ! کمرے میں ہلکی سے ہلکی آہٹ بھی ہو تو میں جاگ جاتا ہوں۔" اس نے گہرا سانس لیتے ہوئے سیل سائیڈ ٹیبل پر رکھا۔

"میں آئندہ احتیاط کروں گی۔" اس نے کچھ معذرت خواہانہ انداز میں کہا۔

"ضرورت نہیں' مجھے عادت ہے اسی طرح کی نیند کی۔ مجھے اب فرق نہیں پڑتا۔" اس نے بیڈ پر پڑا ایک اور تکیہ اٹھا کر اپنے سر کے نیچے رکھا اور آنکھیں بند کرلیں۔ وہ واش روم میں جانے سے پہلے چند لمحے اسے دیکھتی رہی۔ ہر انسان ایک کتاب کی طرح ہوتا ہے۔ کھلی کتاب جسے کوئی بھی پڑھ سکتا ہے۔ سالار بھی اس کے لیے ایک کھلی کتاب تھا لیکن چائنیز زبان میں لکھی ہوئی کتاب۔

اس دن اس نے اور سالار نے سحری اکٹھے کی اور ہر روز کی طرح سالار' فرقان کے ساتھ نہیں گیا۔ وہ شاید پچھلے کچھ دنوں کی شکایتوں کا ازالہ کرنے کی کوشش کررہا تھا۔ امامہ کا موڈ رات کو ہی بہت اچھا ہوگیا تھا اور اس میں مزید بہتری اس کی اس "توجہ" نے کی۔

مسجد میں جانے سے پہلے آج پہلی بار اس نے اسے مطلع کیا۔

"امامہ! تم میرا انتظار مت کرنا۔ نماز پڑھ کر سو جانا' میں کافی لیٹ آؤں گا۔"

اس نے جاتے ہوئے اسے تاکید کی لیکن وہ اس کی تاکید کو نظر انداز کرتے ہوئے اس کے انتظار میں بیٹھی رہی۔

وہ ساڑھے آٹھ بجے اس کے آفس جانے کے بعد سوئی تھی۔ دوبارہ اس کی آنکھ گیارہ بجے ڈوربیل کی آواز پر کھلی۔ نیند میں اپنی آنکھیں مسلتے ہوئے' اس نے بیڈ روم سے باہر نکل کر اپارٹمنٹ کا داخلی دروازہ کھولا۔ چالیس' پینتالیس سالہ ایک عورت نے اسے بے حد پُرتجسس نظروں سے دیکھتے ہوئے سلام کیا۔

"مجھے نوشین باجی نے بھیجا ہے۔" اس نے اپنا تعارف کروایا۔

امامہ کو یک دم یاد آیا کہ اس نے نوشین کو صفائی کے لیے ملازمہ کو کل کے بجائے اگلے دن بھیجنے کے لیے کہا تھا۔ وہ اسے راستہ دیتی ہوئی دروازے سے ہٹ گئی۔

"اتنی خوشی ہوئی جب نوشین باجی نے مجھے بتایا کہ سالار صاحب کی بیوی آگئی ہے۔ مجھے تو پتا ہی نہیں چلا کہ کب شادی کرلی سالار صاحب نے۔" امامہ کے پیچھے اندر آتے ہوئے ملازمہ کی باتوں کا آغاز ہوگیا تھا۔

"کہاں سے صفائی شروع کرنی ہے تم نے؟"

امامہ کی فوری طور پر سمجھ میں نہیں آیا کہ اسے صفائی کے بارے میں کیا ہدایات دے۔

"باجی! آپ فکر نہ کریں۔ میں کرلوں گی' آپ چاہے آرام سے سو جاؤ۔" ملازمہ نے اسے فوری آفر کی۔ یہ شاید اس نے اس کی نیند سے بھری ہوئی آنکھوں کو دیکھ کر کہا تھا۔

Copied From Web

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

"نہیں، تم لاؤنج سے صفائی شروع کرو، میں ابھی آتی ہوں۔"

آفر بری نہیں تھی، اسے واقعی بہت نیند آرہی تھی لیکن وہ... اس طرح اسے گھر میں کام کرتا چھوڑ کر سو نہیں سکتی تھی۔

واش روم میں آکر اس نے منہ پر پانی کے چھینٹے مارے، کپڑے تبدیل کر کے بال سمیٹے اور لاؤنج میں نکل آئی۔ ملازمہ ڈسٹنگ میں مصروف تھی۔ لاؤنج کی کھڑکیوں کے بلائنڈز اب ہٹے ہوئے تھے۔ سورج ابھی پوری طرح نہیں نکلا تھا لیکن اب دھند نہ ہونے کے برابر تھی۔ لاؤنج کی کھڑکیوں سے باہر پودے دیکھ کر اسے انہیں پانی دینے کا خیال آیا۔

ملازمہ ایک بار پھر گفتگو کا آغاز کرنا چاہتی تھی لیکن وہ اسے بالکونی کی طرف جاتے دیکھ کر چپ ہو گئی۔

جب وہ پودوں کو پانی دے کر فارغ ہوئی تو ملازمہ لاؤنج صاف کرنے کے بعد اب سالار کے اس کمرے میں جا چکی تھی جسے وہ اسٹڈی روم کی طرح استعمال کرتا تھا۔

"سالار صاحب بڑے اچھے انسان ہیں۔"

تقریباً" ڈیڑھ گھنٹے میں اپارٹمنٹ کی صفائی کرنے کے بعد امامہ نے اس سے چائے کا پوچھا تھا۔ چائے پیتے ہوئے ملازمہ نے ایک بار پھر اس سے باتوں کا سلسلہ شروع کر دیا۔ امامہ اس کے تبصرے پر صرف مسکرا کر خاموش ہو گئی۔

"آپ بھی ان کی طرح بولتی نہیں ہیں؟" ملازمہ نے اس کے بارے میں اپنا پہلا اندازہ لگایا۔

"اچھا، سالار بھی نہیں بولتا۔" امامہ نے جان بوجھ کر اسے موضوع گفتگو بنایا۔

"کہاں جی۔ حمید بھی یہی کہتا ہے صاحب کے بارے میں۔"

ملازمہ نے شاید سالار کے ملازم کا نام لیا تھا۔

"لیکن باجی! بڑی حیا ہے آپ کے آدمی کی آنکھ میں۔"

اس نے ملازمہ کے جملے پر جیسے بے حد حیران ہو کر اس کا چہرہ دیکھا تھا۔ ملازمہ بڑی سنجیدگی سے بات کر رہی تھی۔

"جیسے فرقان صاحب ہیں ویسی ہی عادت سالار صاحب کی ہے۔ فرقان صاحب تو خیر سے بال بچوں والے ہیں، لیکن سالار صاحب تو اکیلے رہتے تھے ادھر۔ میں تو کبھی بھی اس طرح اکیلے مردوں والے گھروں میں صفائی نہ کروں۔ بڑی دنیا دیکھی ہے جی میں نے، لیکن یہاں کام کرتے ہوئے کبھی نظر اٹھا کے نہیں دیکھا صاحب نے مجھے۔ میں کئی بار سوچتی تھی کہ بڑے ہی نصیب والی عورت ہو گی، جو اس گھر میں آئے گی۔"

ملازمہ فرائے سے بول رہی تھی۔

ہیٹر کے سامنے صوفے پر نیم دراز امامہ اس کی باتیں سنتی کسی سوچ میں گم رہی۔ ملازمہ کو حیرت ہوئی تھی کہ باجی اپنے شوہر کی تعریف پر خوش کیوں نہیں ہوئی۔ "باجی" کیا خوش ہوتی، کم از کم اسے اتنی توقع تو تھی اس سے کہ وہ گھر میں کام کرنے والی کسی عورت کے ساتھ بھی انوالو نہیں ہو سکتا۔ وہ مردوں کی کوئی بڑی ہی بدترین قسم ہوتی ہو گی، جو گھر میں کام کرنے والی ملازمہ پر بھی نظر رکھتے ہوں گے اور سالار کم از کم اس قسم کے مردوں میں شمار نہیں ہو سکتا تھا۔

ملازمہ اس کی مسلسل خاموشی سے کچھ بیزار ہو کر جلد ہی چائے پی کر فارغ ہو گئی۔ امامہ اس کے پیچھے دروازہ بند کرنے گئی تو ملازمہ نے باہر نکلنے سے پہلے مڑ کر اس سے کہا۔

"باجی! کل ذرا جلدی آجاؤں آپ کے گھر؟"

امامہ ٹھٹک کر رک گئی۔ اس کے چہرے پر یقیناً" کوئی ایسا تاثر تھا جس نے ملازمہ کو کچھ بوکھلا دیا تھا۔

"باجی! مجھے چھوٹے بچے کو ہسپتال لے کر جانا ہے، اس لیے کہہ رہی تھی۔" اس نے جلدی سے کہا۔

"ہاں، ٹھیک ہے۔" امامہ نے بمشکل جیسے خود پر قابو پاتے ہوئے کہا اور دروازہ بند کر دیا۔ کل جلدی آنے کے مطالبے نے اسے ساکت نہیں کیا تھا بلکہ اسے ساکت کیا تھا اس کے تین لفظوں نے... "آپ کے گھر" یہ "اس کا گھر" تھا جس کے لیے وہ اتنے سالوں سے خوار ہوتی پھر رہی تھی۔ جس کی آس میں وہ کتنی بار جلال انصر کے پیچھے گڑگڑانے گئی تھی۔ وہ بے یقینی سے لاؤنج میں آکر ان دیواروں کو دیکھ رہی تھی جنہیں دنیا "اس کے گھر" کے نام سے شناخت کر رہی تھی، وہ واقعی اس کا گھر تھا۔ وہ پناہ گاہیں نہیں تھیں جہاں وہ اتنے سال سر جھکا کر ممنون و احسان مند بن کر رہی تھی۔ آنسوؤں کا ایک ریلا آیا تھا اس کی آنکھوں میں... بعض اوقات انسان سمجھ نہیں پاتا کہ وہ روئے یا ہنسے... روئے، تو کتنا روئے... ہنسے، تو کتنا ہنسے... وہ بھی کچھ ایسی ہی کسی کیفیت سے گزر رہی تھی۔ وہ بچوں کی طرح ہر کمرے کا دروازہ کھول کھول کر ایک جگہ سے دوسری جگہ جا رہی تھی۔ وہ جا سکتی تھی وہاں... جو چاہے کر سکتی تھی... یہ اس کا گھر تھا۔ یہاں کوئی جگہ اس کے لیے "علاقہ غیر" نہیں تھی۔ اسے بس اتنی سی دنیا ہی چاہیے تھی اپنے لیے... کوئی ایسی جگہ جہاں وہ استحقاق کے ساتھ رہ سکتی ہو... سالار یک دم جیسے کہیں پیچھے چلا گیا تھا۔ گھر کے معاملے میں عورت کے لیے ہر مرد پیچھے رہ جاتا ہے۔

سالار نے اسے دو بار وقفے وقفے سے سیل پر کال کی لیکن امامہ نے ریسیو نہیں کی... سالار نے تیسری بار پھر پی ٹی سی ایل پر کال کی، اس بار امامہ نے ریسیو کی لیکن اس کی آواز سنتے ہی سالار کو اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ رو رہی تھی۔ اسے اس کی آواز بھرائی ہوئی لگی۔ وہ بہت پریشان ہوا۔

"کیا ہوا؟"

"کچھ نہیں۔"

www.bookspk.net

وہ دوسری طرف جیسے اپنے آنسوؤں اور آواز پر قابو پانے کی کوشش کر رہی تھی۔

"کیوں رو رہی ہو؟"

سالار کی واقعی کچھ سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ کیوں رو رہی ہے۔ رات ہر جھگڑے کا اختتام بے حد خوشگوار انداز میں ہوا تھا۔ وہ صبح دروازے تک مسکرا کر اسے رخصت کرنے آئی تھی۔ پھر اب... ؟ وہ الجھ رہا تھا۔

دوسری طرف امامہ کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ اسے اپنے رونے کا کیا جواز پیش کرے۔ اس سے یہ تو نہیں کہہ سکتی تھی کہ وہ اس لیے رو رہی ہے کہ کسی نے اسے "گھر والی" کہا ہے۔ سالار یہ بات نہیں سمجھ سکتا تھا... کوئی بھی مرد نہیں سمجھ سکتا۔

"مجھے امی اور ابو یاد آرہے ہیں۔" سالار نے بے اختیار ایک گہرا سانس لیا۔

یہ وجہ سمجھ میں آتی تھی... وہ یک دم پُرسکون ہوا۔ ادھر وہ بالکل خاموش تھی۔ ماں باپ کا ذکر کیا تھا جھوٹ بولا تھا لیکن اب رونے کی جیسے ایک اور وجہ مل گئی تھی۔ جو آنسو پہلے تھم رہے تھے، وہ ایک بار پھر سے برسنے لگے تھے۔ کچھ دیر وہ چپ چاپ فون پر اس کی سسکیاں اور ہچکیاں سنتا رہا۔

وہ اس غیر ملکی بینک میں انویسٹمنٹ بینکنگ کو ہیڈ کرتا تھا... چھوٹے سے چھوٹا انویسٹمنٹ scam پکڑ سکتا تھا، خسارے میں جاتی بڑی سے بڑی کمپنی کے لیے بیل آؤٹ پلان تیار کر سکتا تھا۔ کمپنیز کے مرجر پیکجز تیار کرنا اس کے بائیں ہاتھ کا کام تھا۔ وہ پوائنٹ ون پرسنٹ کی پریسیشن کے ساتھ ورلڈ اسٹاک مارکیٹس کے ٹرینڈز کی پیش بینی کر سکتا تھا۔ مشکل سے مشکل سرمایہ کار کے ساتھ سودا طے کرنے میں اسے ملکہ حاصل تھا لیکن شادی کے اس ایک ہفتے کے دوران ہی اسے یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ امامہ کو روتے ہوئے چپ نہیں کرا سکتا، نہ وہ ان

Copied From Web
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN

آنسوؤں کی وجہ ڈھونڈ سکتا تھا' نہ انہیں روکنے کے طریقے اسے آتے تھے۔ وہ کم از کم اس میدان میں بالکل اناڑی تھا۔

"ملازمہ نے گھر صاف کیا تھا آج؟" ایک لمبی خاموشی کے بعد اس نے امامہ کی توجہ رونے سے ہٹانے کے لیے جس موضوع اور جملے کا انتخاب کیا وہ احمقانہ تھا۔ امامہ کو جیسے یقین نہیں آیا کہ یہ بتانے پر کہ اسے اپنے ماں باپ یاد آرہے ہیں' سالار نے اس سے یہ پوچھا ہے۔ پچھلی رات کے سالار کے سارے لیکچرز کو بالائے طاق رکھتے ہوئے اس نے ریسیور کریڈل پر پٹخ دیا اور فون منقطع ہوتے ہی سالار کو اپنے الفاظ کے غلط انتخاب کا احساس ہو گیا تھا۔ اپنے سیل کی تاریک اسکرین کو دیکھتے ہوئے اس نے بے اختیار گہرا سانس لیا۔

اگلے پانچ منٹ وہ سیل ہاتھ میں لیے بیٹھا رہا۔ اسے پتا تھا اس نے اب کال کی تو وہ ریسیو نہیں کرے گی۔ پانچ منٹ کے بعد اس نے دوبارہ کال کی۔ خلاف توقع امامہ نے کال ریسیو کی۔ اس بار اس کی آواز میں خفگی تھی لیکن وہ بھرائی ہوئی نہیں تھی۔ وہ یقیناً "رونا بند کر چکی تھی۔

"آئی ایم سوری!" سالار نے اس کی آواز سنتے ہی کہا۔

امامہ نے جواب نہیں دیا۔ وہ اس وقت اس کی معذرت نہیں سن رہی تھی۔ وہ صرف ایک ہی بات کا جواب ڈھونڈنے کی کوشش کر رہی تھی' اسے سالار پر غصہ کیوں آجاتا تھا...؟ یوں چھوٹی چھوٹی باتوں پر... اتنے سالوں میں جس ایک احساس کو وہ مکمل طور پر بھول گئی تھی' وہ غصے کا احساس ہی تھا۔ یہ احساس اس کے لیے اجنبی ہو چکا تھا۔ اتنے سالوں سے اس نے اللہ کے علاوہ کسی سے کبھی کوئی گلہ' کوئی شکایت نہیں کی تھی۔ کسی سے ناراض ہونا یا کسی کو خفگی دکھانا تو بہت دور کی بات ہے' پھر اب یہ احساس اس کے اندر کیوں جاگ اٹھا تھا۔ سعیدہ اماں' ڈاکٹر سبط علی اور ان کی فیملی... اس کے کلاس فیلوز... کولیگز... ان میں سے کبھی کسی پر اسے غصہ نہیں آیا تھا۔ ہاں' کبھی کبھار شکایت ہوئی تھی لیکن وہ شکایت کبھی لفظوں کی شکل اختیار نہیں کر سکی' پھر اب کیا ہو رہا تھا اسے؟

"امامہ پلیز بولو... کچھ کہو۔" وہ چونکی۔

"نماز کا وقت نکل رہا ہے' مجھے نماز پڑھنی ہے۔" اس نے اسی الجھے ہوئے انداز میں اس سے کہا۔

"تم خفا تو نہیں ہو؟" سالار نے اس سے پوچھا۔

"نہیں۔" اس نے مدھم آواز میں کہا۔

وہ نماز کے بعد دیر تک اسی ایک سوال کا جواب ڈھونڈتی رہی اور اسے جواب مل گیا... نو سال میں اس نے پہلی بار اپنے لیے کسی کی زبان سے محبت کا اظہار سنا تھا۔ وہ احسان کرنے والوں کے ہجوم میں تھی' پہلی بار کسی محبت کرنے والے کے حصار میں آئی تھی۔ گلہ' شکوہ' ناز' نخرا' غصہ' خفگی یہ سب کیسے نہ ہوتا' اسے "پتا" تھا کہ جب وہ روٹھے گی تو وہ اسے منالے گا' خفا ہو گی تو وہ اسے وضاحتیں دے گا' مان تھا یا گمان... لیکن جو کچھ بھی تھا' غلط نہیں تھا۔ اتنے سالوں میں جو کچھ اس کے اندر جمع ہو گیا تھا' وہ کسی لاوے کی طرح نکل رہا تھا۔ آہستہ آہستہ وہ نارمل ہو رہی تھی۔

☼ ☼ ☼

شام کو سالار اسے خوشگوار موڈ میں دیکھ کر حیران ہوا تھا۔ یہ خلاف توقع تھا' خاص طور پر دوپہر والے واقعہ کے بعد... لیکن... اس رات وہ اسے ڈنر کے لیے باہر لے گیا۔ وہ بے حد نروس تھی لیکن بے حد ایکسائیٹڈ بھی... وہ کتنے سالوں کے بعد یوں کسی ریسٹورنٹ کے اوپن ایئر حصہ میں بیٹھی باربی کیو کھا رہی تھی۔

کھانے کے بعد وہ دونوں ونڈو شاپنگ کی نیت سے مارکیٹ چلے آئے۔ سالار نے بڑی نرمی اور توجہ سے اسے

خود کو سنبھالنے کا موقع دیا تھا۔ وہ اس سے ہلکی پھلکی باتیں کرتا رہا' کھانا ختم کرنے تک وہ نارمل ہو چکی تھی۔

عید کی خریداری کی وجہ سے مارکیٹ میں اس وقت بھی بڑی گہما گہمی تھی۔ وہ بہت عرصہ کے بعد وہاں آئی تھی' مارکیٹ کی شکل ہی بدل چکی تھی۔ وہ بے حد حیرت سے ان نیو برانڈز اور دکانوں کو دیکھتے ہوئے گزر رہی تھی جو آٹھ نو سال پہلے وہاں نہیں تھیں۔ ڈاکٹر سبط علی کی بیٹیاں یا سعیدہ اماں کے بیٹے اپنی فیملیز کے ساتھ جب بھی آؤٹنگ کے لیے باہر نکلتے' وہ اسے بھی ساتھ لے جانے کی کوشش کرتے' لیکن ان کے ساتھ باہر نہ جانے کا فیصلہ اس کا اپنا ہوتا تھا۔ وہ ان میں سے کسی کے لیے مزید کسی مصیبت کا باعث نہیں بننا چاہتی تھی۔ شادی کو وہ صرف رہنے کی جگہ کی تبدیلی سمجھ رہی تھی' حالات کی تبدیلی کے بارے میں اس نے کبھی نہیں سوچا تھا... لیکن معجزات ہوتے ہیں... شاذ و نادر سہی لیکن ہوتے ضرور ہیں۔

"کچھ لو گی؟" سالار کی آواز پر وہ بے اختیار چونکی۔

"ہاں... کافی۔" اس نے جھجک کر کہا۔

"میں شاپنگ کی بات کر رہا تھا۔" اس نے کہا۔

"نہیں' میرے پاس سب کچھ ہے۔" امامہ نے مسکرا کر کہا۔

"وہ تو اب میرے پاس بھی ہے۔" اس کے چہرے پر بے اختیار سرخی دوڑی تھی۔

"تمہیں میری تعریف اچھی لگی...؟"

"سالار! باز آؤ' میں نے تمہیں یہاں تعریف کرنے کو کہا تھا؟" وہ بے ساختہ جھینپی۔

"تم نے جگہ نہیں بتائی تھی' صرف یہ کہا تھا کہ مجھے تمہاری تعریف کرنی چاہیے۔" وہ اسے چھیڑتے ہوئے محظوظ ہو رہا تھا۔

امامہ نے اس بار گردن موڑ کر اسے نظر انداز کیا۔ اس کے ساتھ چلتے چلتے ایک شوکیس میں ڈسپلے پر لگی ایک ساڑھی دیکھ کر وہ بے ساختہ رکی۔ کچھ دیر ستائشی نظروں سے وہ اس کاہی رنگ کی ساڑھی کو دیکھتی رہی۔ وہاں شوکیس میں لگی یہی وہ شے تھی' جس کے سامنے وہ یوں ٹھٹک کر رک گئی تھی۔ سالار نے ایک نظر اس ساڑھی کو دیکھا پھر اس کے چہرے کو اور بڑی سہولت کے ساتھ کہا۔

"مجھے لگتا ہے' یہ ساڑھی تم پر بہت اچھی لگے گی' آؤ لیتے ہیں۔" وہ گلاس ڈور کھولتے ہوئے بولا۔

"نہیں' میرے پاس بہت سے فینسی کپڑے ہیں۔" امامہ نے اس کے بازو پر ہاتھ رکھ کر اسے روکا۔

"لیکن میں نے تو کچھ نہیں دیا تمہیں شادی پر' اس لیے کچھ دینا چاہتا ہوں۔"

وہ اس بار بول نہیں سکی۔ وہ ساڑھی اسے واقعی بہت اچھی لگی تھی۔

اس بوتیک سے انہوں نے صرف وہ ساڑھی ہی نہیں خریدی بلکہ چند اور سوٹ بھی لیے تھے۔ دوسری بوتیک سے گھر میں پہننے کے لیے کچھ ریڈی میڈ ملبوسات' کچھ سوئٹرز اور جوتے۔

"مجھے پتا ہے' تمہارے پاس کپڑے ہیں لیکن تم میرے خریدے ہوئے پہنو گی تو مجھے زیادہ اچھا لگے گا۔ یہ سب میں اپنی خوشی کے لیے کر رہا ہوں' تمہیں خوش کرنے کی کوشش نہیں کر رہا۔"

اس کے پہلے اعتراض پر سالار نے بے حد رسانیت سے کہا تھا۔

امامہ نے اس کے بعد اعتراض نہیں کیا۔ اسے کچھ جھجک تھی لیکن تھوڑی دیر میں یہ جھجک بھی ختم ہو گئی۔ پھر اس نے ساری چیزیں اپنی پسند سے لی تھیں۔

"مجھے تم پر ہر چیز اچھی لگتی ہے... سو تم مجھ سے مت پوچھو۔" اس نے سالار کی پسند پوچھی تو وہ مسکراتے ہوئے بولا۔

Copied From
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

"لاؤنج کی کھڑکیوں پر کرٹنز (پردے) لگالیں۔" امامہ کو یاد آیا۔
"بلائنڈز سے کیا ایشو ہے تمہیں؟" وہ چونکا۔
"کوئی نہیں لیکن مجھے کرٹنز اچھے لگتے ہیں۔ خوب صورت سے۔"
"کیوں نہیں۔۔۔" سالار نے اپنے دلی تاثرات چھپاتے ہوئے مسکرا کر کہا۔ وہ اس سے کہہ نہیں سکا کہ اسے پردوں سے چڑ تھی۔

رات پونے بارہ بجے ایک کیفے میں کافی اور تیرامیسو کیک کھانے کے بعد وہ تقریباً" ساڑھے بارہ بجے گھر واپس آئے۔ لاہور تب تک ایک بار پھر دھند میں ڈوب چکا تھا لیکن زندگی کے راستے سے دھند چھٹنے لگی تھی۔

گھر آنے کے بعد بھی وہ بے مقصد ان چیزوں کو کھول کر صوفے پر بیٹھ گئی۔ کتنے سالوں بعد وہ ملنے والی کسی چیز کو تشکر اور احسان مندی کے بوجھ کے ساتھ نہیں بلکہ استحقاق کے احساس کے ساتھ دیکھ رہی تھی۔

عورت کے لیے بہت ساری نعمتوں میں سے ایک نعمت اس کے شوہر کا اس کی ذات پر پیسہ خرچ کرنا بھی ہے اور یہ نعمت کیوں تھا' وہ اسے آج سمجھ پائی تھی۔

ڈاکٹر سبط علی اور ان کی بیوی ہر سیزن کے آغاز میں اسے کپڑے اور دوسری چیزیں خرید کر دیتے تھے۔ سعیدہ اماں بھی اس کے لیے کچھ نہ کچھ لاتی رہتی تھیں۔ ان کے بیٹے اور ڈاکٹر سبط علی کی بیٹیاں بھی اسے کچھ نہ کچھ بھیجتی رہتی تھیں لیکن ان میں سے کسی چیز کو ہاتھ میں لیتے ہوئے اس نے ایسی خوشی یا سکون محسوس نہیں کیا تھا۔ وہ خیرات نہیں تھی لیکن وہ حق بھی نہیں تھا' وہ احسان تھا اور وہ اتنے سالوں میں بھی اپنے وجود کو احسانوں کا عادی نہیں بنا سکی تھی۔ بے شک وہ اس کی زندگی کا حصہ ضرور بن گئے تھے۔

یہ کیسا احساس تھا جو ان چیزوں کو گود میں لیے اسے ہو رہا تھا۔ خوشی؟ آزادی؟ اطمینان؟ سکون۔۔۔؟ یا کوئی ایسی شے تھی جس کے لیے اس کے پاس لفظ نہیں تھے۔

"کیا دیکھ رہی ہو تم؟"

سالار کپڑے تبدیل کرکے واش روم سے نکلا تھا اور ڈریسنگ روم کی لائٹ آف کرکے کمرے میں آتے ہوئے اس نے امامہ کو اسی طرح صوفے پر وہ ساری چیزیں پھیلائے بیٹھے دیکھا۔ وہ حیران سا ہوا۔ وہ جب سے آئی تھی' اس وقت سے ان چیزوں کو لے کر بیٹھی ہوئی تھی۔

"کچھ بھی نہیں' میں بس رکھنے ہی لگی تھی۔" امامہ نے ان چیزوں کو سمیٹنا شروع کر دیا۔

"ایک وارڈ روب میں نے خالی کر دی ہے' تم اپنے کپڑے اس میں رکھ لو۔ اگر کچھ اور جگہ کی ضرورت ہو تو گیسٹ روم کی ایک وارڈ روب بھی خالی ہے۔۔۔ تم اسے استعمال کر سکتی ہو۔"

وہ اپنے کمرے سے کچھ ڈھونڈتا ہوا اس سے کہہ رہا تھا۔

"مجھے سعیدہ اماں کے گھر سے اپنا سامان لانا ہے۔" امامہ نے ساری چیزوں کو دوبارہ ڈبوں اور بیگز میں ڈالتے ہوئے کہا۔

"کیسا سامان؟" وہ ابھی تک دراز میں کچھ ڈھونڈ رہا تھا۔

"میرے جہیز کا سامان۔" امامہ نے بڑی رسانیت سے کہا۔

"مثلاً"؟" وہ دراز سے نکالے گئے کچھ پیپرز دیکھتے ہوئے چونکا۔

"برتن ہیں' الیکٹرونکس کی چیزیں ہیں۔ فرنیچر بھی ہے لیکن وہ شوروم پر ہے۔ اور بھی کچھ چھوٹی چیزیں ہیں۔"

وہ ان پیپرز کو دراز میں رکھ کر اس کی بات سنتا رہا۔

"تمہارے ذاتی استعمال کی کوئی چیز ہے وہاں۔۔۔؟" اس نے پوچھا۔
"وہ سب میری ذاتی چیزیں ہیں۔" اس نے بے ساختہ کہا۔
"وہ جہیز کا سامان ہے۔" سالار نے اسے جتانے والے انداز میں کہا۔
"اب تم کہو گے' تمہیں جہیز نہیں چاہیے۔" وہ کچھ جز بز ہو کر بولی۔
"مجھے کسی بھی قسم کا سامان نہیں چاہیے۔" سالار نے دو ٹوک انداز میں کہا۔ "تمہیں لگتا ہے اس اپارٹمنٹ میں پہلے ہی کسی چیز کی کمی ہے۔۔۔؟ تم جانتی ہو' یہاں ہر چیز دو' دو کی تعداد میں ہو۔ رکھیں گے کہاں؟" وہ پوچھ رہا تھا۔ امامہ سوچ میں پڑ گئی۔

"اتنے سالوں سے چیزیں میں خریدتی رہی ہوں اپنے لیے' لیکن زیادہ سامان ابو کے پیسوں سے آیا ہے۔ وہ ناراض ہوں گے۔" وہ اب بھی تیار نہیں تھی۔

"ڈاکٹر صاحب نے اپنی تینوں بیٹیوں کو جہیز دیا؟" وہ اب پوچھ رہا تھا۔ "نہیں دیا نا؟"
"تمہیں کیسے پتا؟" وہ چند لمحے بول نہیں سکی۔
"انہوں نے ہمیں خود بتایا تھا۔" اس نے کہا۔
"ان کی تینوں بیٹیوں کی شادیاں فیملی میں ہوئی ہیں اس لیے۔" امامہ نے کہا۔

"ٹرسٹ می۔۔۔ میں بھی جہیز لے کر نہ آنے پر تم سے برا سلوک نہیں کروں گا۔ یہ ڈاکٹر صاحب کا تحفہ ہوتا تو میں ضرور رکھتا لیکن یہ انہوں نے تمہاری سیکیورٹی کے لیے دیا تھا' کیونکہ تمہاری شادی کسی ایسی فیملی میں ہو رہی تھی جن کے بارے میں وہ مکمل طور پر نہیں جانتے تھے لیکن میرے بارے میں تو وہ بھی جانتے ہیں اور تم بھی۔" سالار نے اس سے کہا۔

"میرے برتن' بیڈ شیٹس اور کپڑے ہیں۔ چھوٹی چھوٹی کتنی چیزیں ہیں جو میں اتنے سالوں سے جمع کر رہی ہوں۔ اب کیسے دے دوں یہ سب کچھ؟" وہ ناخوش تھی۔

"اوکے' جو چیز تم نے اپنی پے سے لی ہے' وہ لے آؤ' باقی چھوڑ دو سب کچھ۔ وہ کسی خیراتی ادارے کو دے دیں گے۔" سالار نے ایک اور حل نکالا۔ وہ اس بار کچھ سوچنے لگی۔

"میں صبح آفس جاتے ہوئے تمہیں سعیدہ اماں کی طرف چھوڑ دوں گا اور آفس سے آج ذرا جلدی آجاؤں گا۔ تمہاری پیکنگ بھی کروا دوں گا۔"

وہ ہاتھ میں کچھ پیپرز لیے ہوئے اس کی طرف آیا۔ صوفے پر اس کے پاس پڑی چیزوں کو ایک طرف کرتے ہوئے وہ اس کے پاس بیٹھ گیا۔

"یہ جس جگہ پر کراس کا نشان ہے' اس پر اپنے سائن کر دو۔"
اس نے کچھ پیپرز اس کی طرف بڑھاتے ہوئے ایک پین اسے تھمایا۔
"یہ کیا ہے؟" اس نے کچھ حیران ہو کر ان پیپرز کو دیکھا۔
"میں اپنے بینک میں تمہارا اکاؤنٹ کھلوا رہا ہوں۔"
"لیکن میرا اکاؤنٹ تو پہلے ہی کھلا ہوا ہے۔"
"چلو' ایک اکاؤنٹ میرے بینک میں بھی سہی۔ برے نہیں ہیں ہم' اچھی سروس دیتے ہیں۔" اس نے مذاق کیا۔ امامہ نے پیپرز پر سائن کرنا شروع کر دیا۔
"پھر وہ اکاؤنٹ بند کر دوں؟" امامہ نے سائن کرنے کے بعد کہا۔
"نہیں' اسے وہیں رہنے دو۔" سالار نے پیپرز اس سے لیتے ہوئے کہا۔

Copied From Web
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN

"تمہیں اکاؤنٹ کھولنے کے لیے کتنی رقم کا چیک دوں؟"
امامہ کا خیال تھا کہ وہ غیر ملکی بینک ہے۔ یقیناً" اکاؤنٹ کھولنے کے لیے ملکی بینک کی نسبت کچھ زیادہ رقم کی ضرورت ہوگی۔

"تمہارا حق مہر پے کرنا ہے مجھے' اسی رقم سے کھول دوں گا۔"

سالار نے پیپرز ایک لفافے میں رکھتے ہوئے اس سے کہا۔

"اس پر ایک فگر لکھو۔"

امامہ نے حیرانی سے اس رائٹنگ پیڈ کو دیکھا جو اس نے اس کی طرف بڑھایا تھا۔ "کیسی فگر؟" وہ الجھی۔

"کوئی بھی فگر' اپنی مرضی کے کچھ ڈیجٹس (ہندسے)..." سالار نے کہا۔

"کیوں؟" وہ مزید الجھی۔

سالار نے اس کے ہاتھ میں پین تھمایا۔ اس نے دوبارہ پین پکڑ تو لیا لیکن اس کا ذہن مکمل طور پر خالی تھا۔

"کتنے ڈیجٹس کا فگر۔" امامہ نے چند لمحے بعد اس کی مدد چاہی۔

وہ یک دم سوچ میں پڑ گیا' پھر اس نے کہا۔

"اگر تم اپنی مرضی سے کوئی فگر لکھو گی تو کتنے ڈیجٹس لکھو گی...؟"

"سیون ڈیجٹس..." امامہ سوچ میں پڑ گئی۔

"آل رائٹ... لکھو پھر۔" سالار کے چہرے پر بے اختیار مسکراہٹ آئی۔

امامہ چند لمحے اس صاف کاغذ کو دیکھتی رہی پھر اس نے لکھنا شروع کیا۔ 3752960... اس نے رائٹنگ پیڈ سالار کی طرف بڑھا دیا۔ کاغذ پر نظر ڈالتے ہی وہ چند لمحوں کے لیے جیسے سکتہ میں آیا پھر کاغذ کو پیڈ سے الگ کرتے ہوئے بے اختیار ہنسا۔

"کیا ہوا؟" وہ اس کے رد عمل سے کچھ اور الجھی۔

"کچھ نہیں... کیا ہونا تھا؟" کاغذ کو تہہ کرتے ہوئے اس نے امامہ کے چہرے کو مسکراتے ہوئے بے حد گہری لیکن عجیب نظروں سے دیکھا۔

"اس طرح کیوں دیکھ رہے ہو مجھے؟" وہ اس کی نظروں سے الجھی۔

"تمہارا شوہر ہوں' دیکھ سکتا ہوں تمہیں۔"

امامہ کو احساس نہیں ہوا' وہ بڑی صفائی سے بات بدل رہا تھا۔ اس سے بات کرتے ہوئے وہ غیر محسوس انداز میں کاغذ بھی اس لفافے میں ڈال چکا تھا۔

"تم نے مجھے ساڑھی پہن کر نہیں دکھائی؟"

"رات کے اس وقت میں تمہیں ساڑھی پہن کر دکھاؤں؟" وہ بے اختیار ہنسی۔

وہ اس کے پاس سے اٹھتے اٹھتے رک گیا۔ وہ پہلی بار اس طرح کھلکھلا کر ہنسی تھی یا پھر شاید وہ اتنے قریب سے پہلی بار اسے ہنستے دیکھ رہا تھا۔ ایک بیگ کے اندر ڈبے رکھتے ہوئے امامہ نے اپنے چہرے پر اس کی نظریں محسوس کیں۔ اس نے سر اٹھا کر دیکھا' وہ واقعی اسے دیکھ رہا تھا۔

"اب کیا ہے؟"

"میں ایک بات سوچ رہا تھا۔" وہ سنجیدہ تھا۔

"کیا؟"

"کہ تم صرف روتے ہوئے ہی نہیں' ہنستے ہوئے بھی اچھی لگتی ہو۔"

اس کی آنکھوں میں پہلے حیرت آئی' پھر چمک اور پھر خوشی۔ سالار نے ہر تاثر کو پہچانا تھا یوں جیسے کسی نے اسے فلیش کارڈ دکھائے ہوں... پھر اس نے اسے نظریں چراتے ہوئے دیکھا... پھر اس کے چہرے کا رنگ بدلتے دیکھا... پہلے اس کے کان کی لوئیں سرخ ہوئیں پھر اس کے گال' ناک... اور شاید اس کی گردن بھی... اس نے زندگی میں کبھی کسی عورت یا مرد کو اتنے واضح طور پر رنگ بدلتے نہیں دیکھا تھا جس طرح اسے... نو سال پہلے بھی دو تین بار اس نے اسے غصے میں اسی طرح سرخ ہوتے دیکھا تھا۔ اس کے لیے عجیب سہی لیکن یہ منظر دلچسپ تھا... اور اب وہ اسے مجوب ہوتے ہوئے بھی اسی انداز میں سرخ ہوتے دیکھ رہا تھا' یہ منظر اس سے زیادہ دلچسپ تھا۔" یہ کسی بھی مرد کو پاگل کر سکتی ہے۔" اس کے چہرے پر نظریں جمائے اس نے اعتراف کیا' اس نے اپنی زندگی میں آنے والی کسی عورت کو اتنے "بے ضرر" جملے پر اتنا شرماتے ہوئے نہیں دیکھا تھا اور اس کو شکایت تھی کہ وہ اس کی تعریف نہیں کرتا۔ سالار کا دل چاہا' وہ اسے کچھ اور چھیڑے۔ وہ بظاہر بے حد سنجیدگی سے اسے نظر انداز کیے ہوئے چیزیں بیگ میں ڈال رہی تھی لیکن اس کے ہاتھوں میں ہلکی سی لرزش تھی۔ وہ اس کی نظروں سے یقیناً" کنفیوز ہو رہی تھی۔

کچھ چیزیں ایسی ہوتی ہیں کہ انہیں گھر میں لانے کے بعد آپ کی سمجھ میں نہیں آتا کہ آپ انہیں کہاں رکھیں' کیونکہ آپ انہیں جہاں بھی رکھتے ہیں' اس چیز کے سامنے وہ جگہ بے حد بے مایہ سی لگتی ہے۔ کچھ چیزیں ایسی ہوتی ہیں' جنہیں گھر میں لانے کے بعد انہیں جہاں بھی رکھیں' وہی جگہ سب سے انمول اور قیمتی ہو جاتی ہے۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا' امامہ اس کے لیے ان چیزوں میں سے کون سی چیز تھی۔ اس کے چہرے کو دیکھتا وہ کچھ بے اختیار ہو کر اس کی طرف جھکا اور اس نے بڑی نرمی کے ساتھ اس کے دائیں گال کو چھوا' وہ کچھ حیا سے سمٹی۔ اس نے اسی نرمی کے ساتھ اس کا دایاں کندھا چوما اور پھر امامہ نے اسے ایک گہرا سانس لے کر اٹھتے ہوئے دیکھا۔ وہ وہیں بیٹھی رہی' سالار نے پلٹ کر نہیں دیکھا۔ وہ ان پیپرز کو اب اپنی بیڈ سائیڈ ٹیبل کی دراز میں رکھ رہا تھا۔ پلٹ کر دیکھتا تو شاید امامہ کی نظریں اسے حیران کر دیتیں۔ اس نے پہلی بار اس کے کندھے کو چوما تھا اور اس لمس میں محبت نہیں تھی — "احترام" تھا... اور کیوں تھا' یہ وہ سمجھ نہیں سکی۔

☼ ☼ ☼

وہ اگلے دن تقریباً" دس بجے سعیدہ اماں کے گھر آئے۔ امامہ کا مسکراتا مطمئن چہرہ دیکھ کر فوری رد عمل یہ ہوا کہ انہوں نے نہ صرف سالار کے سلام کا جواب دیا بلکہ اس کے سر پر پیار دیتے ہوئے اس کا ماتھا بھی چوما۔

"یہ سب لے کر جانا ہے۔" وہ اسے اپنے کمرے میں لائی تھی وہاں کتابوں کی دو الماریاں تھیں اور ان میں تقریباً" تین چار سو کتابیں تھیں۔

"یہ بکس؟" سالار نے ہاتھ کے اشارے سے پوچھا۔

"نہیں' یہ ایزل' کینوس اور پینٹنگ کا سارا سامان بھی۔" امامہ نے کمرے میں ایک دیوار کے ساتھ پڑے پینٹنگ کے سامان اور کچھ ادھوری پینٹنگز کی طرف اشارا کیا۔

"یہ سب کچھ زیادہ نہیں ہے' بکس ہی تقریباً" دو کارٹن میں آئیں گی۔"

سالار نے ان کتابوں کو دیکھتے ہوئے اندازہ لگایا۔

"نہیں' یہ اتنی ہی بکس نہیں ہیں اور بھی ہیں۔" امامہ نے کہا۔

اس نے اپنا دوپٹا اتار کر بیڈ پر رکھ دیا اور پھر گھٹنوں کے بل کارپٹ پر بیٹھتے ہوئے بیڈ کے نیچے سے ایک کارٹن کھینچنا شروع کیا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
Copied From Web
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN

"ٹھہرو! میں نکالتا ہوں۔" سالار نے اسے روکا اور خود جھک کر اس کارٹن کو کھینچنے لگا۔

"بیڈ کے نیچے جتنے بھی ڈبے ہیں' وہ سارے نکال لو۔ ان سب میں بکس ہیں۔" امامہ نے اسے ہدایت دی۔

سالار نے جھک کر بیڈ کے نیچے دیکھا۔ وہاں مختلف سائز کے کم از کم سات آٹھ ڈبے موجود تھے۔ وہ ایک کے بعد ایک ڈبا نکالتا گیا۔

"بس.....؟" اس نے کھڑے ہوتے ہوئے اور ہاتھ جھاڑتے ہوئے امامہ سے پوچھا۔

وہ اس کی طرف متوجہ نہیں تھی۔ وہ کمرے میں موجود کپڑوں کی الماری کے اوپر ایک اسٹول پر چڑھی کچھ ڈبے اتارنے کی کوشش کر رہی تھی۔ سالار نے ایک بار پھر اسے ہٹا کر خود وہ ڈبے نیچے اتارے۔ اس کا خیال تھا کہ یہ کتابوں کی آخری کھیپ ہے کیونکہ کمرے میں اسے ڈبا رکھنے کی کوئی اور جگہ نظر نہیں آئی' یہ اس کی غلط فہمی تھی۔ وہ اب الماری کو کھولے اس کے اندر موجود ایک خانے سے کتابیں نکال کر بیڈ پر رکھ رہی تھی۔ وہ کم از کم سو کتابیں تھیں جو اس نے الماری سے نکالی تھیں' وہ کھڑا دیکھتا رہا۔ الماری کے بعد بیڈ سائیڈ ٹیبلز کی درازوں کی باری تھی' ان میں بھی کتابیں تھیں۔ بیڈ سائیڈ ٹیبلز کے بعد ڈریسنگ ٹیبل کی درازوں اور خانوں کی باری تھی۔ کمرے میں موجود کپڑے کی جس باسکٹ کو وہ لانڈری باسکٹ سمجھا تھا' وہ بھی کتابیں اسٹور کرنے کے لیے استعمال ہو رہی تھی۔

وہ کمرے کے وسط میں کھڑا' اسے کمرے کی مختلف جگہوں سے کتابیں برآمد کرتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ بیڈ پر موجود کتابوں کا ڈھیر اب شیلف پر لگی کتابوں سے بھی زیادہ ہو چکا تھا لیکن وہ اب بھی بڑی شدومد کے ساتھ کمرے کی مختلف جگہوں پر رکھی ہوئی کتابیں نکال رہی تھی۔ اس نے ان کھڑکیوں کے پردے ہٹائے جو صحن میں کھلتی تھیں۔ اس کے بعد سالار نے اسے باری باری ساری کھڑکیاں کھول کر ان میں سے بھی کچھ کتابیں نکالتے ہوئے دیکھا' جو پلاسٹک کے شاپرز میں بند تھیں۔ شاید یہ احتیاط کتابوں کو مٹی اور نمی سے بچانے کے لیے کی گئی تھی۔

"بس اتنی ہی کتابیں ہیں۔" اس نے بالآخر سالار کو مطلع کیا۔

سالار نے کمرے میں چاروں طرف بکھرے ڈبوں اور ڈبل بیڈ پر پڑی کتابوں کے ڈھیر پر ایک نظر ڈالتے ہوئے بڑے تحمل سے پوچھا۔

"کوئی اور سامان بھی ہے.....؟"

"ہاں! میرے کچھ اور کینوس اور پینٹنگز بھی ہیں' میں لے کر آتی ہوں۔"

وہ اس کے جواب کا انتظار کیے بغیر کمرے سے نکل گئی۔

سالار نے ڈبل بیڈ پر پڑی کتابوں کے ڈھیر سے ایک کتاب اٹھائی' وہ ایک ناول تھا۔ گھٹیا رومانس لکھنے والے ایک بہت ہی مشہور امریکن رائٹر کا ناول..... اس نے ٹائٹل پر نظر ڈالی اور بے اختیار اس کے چہرے پر ایک مسکراہٹ آئی۔ اگر وہ اس ناول کا نام امامہ کے سامنے لیتا تو وہ سرخ ہو جاتی۔ اس نے ناول کھولا۔ کتاب کے اندر پہلے ہی خالی صفحے پر امامہ نے اپنا نام لکھا تھا۔ جس تاریخ کو وہ کتاب خریدی گئی' وہ تاریخ..... جس جگہ سے خریدی گئی وہ جگہ..... جس تاریخ کو کتاب پڑھنا شروع کیا اور جس تاریخ کو کتاب ختم کی۔ وہ حیران ہوا' اس طرح کے ناول کو وہ فضول سمجھتا تھا۔ وہ شاید یہ کبھی پسند نہ کرتا کہ اس رائٹر کے کسی ناول کو کوئی اس کے ہاتھ میں دیکھے مگر اس نے اس ناول پر اتنی سنجیدگی سے اپنا نام اور ڈیٹس لکھی ہوئی تھیں جیسے وہ بے حد اہم کتاب ہو۔ اس نے ناول کے چند اور صفحے پلٹے اور پھر کچھ بے یقینی کے عالم میں پلٹتا ہی چلا گیا۔ ناول کے اندر جگہ جگہ رنگین مارکرز کے ساتھ مختلف لائنز ہائی لائٹ کی گئی تھیں۔ بعض لائنز کے سامنے اسٹار اور بعض کے سامنے ڈبل اسٹار بنائے گئے تھے۔

وہ بے اختیار ایک گہرا سا سانس لے کر رہ گیا۔

ان لائنز میں بے ہودہ رومانس' بے حد پلے ٹونک' سوپی باتیں' ذو معنی ڈائیلاگز تھے۔ ان پر اسٹار دیے ہوئے تھے اور وہ نشان زدہ تھے۔

سالار نے وہ ناول رکھتے ہوئے دوسرا ناول اٹھایا..... پھر تیسرا..... پھر چوتھا..... پانچواں..... چھٹا..... ساتواں..... وہ سب کے سب رومانٹک تھے۔ ایک ہی طرح کے رومانٹک ناولز اور وہ سب بھی اسی طرح ہائی لائیٹڈ تھے۔ وہ زندگی میں پہلی بار رومانٹک اور وہ بھی ملز اینڈ بونز اور ربار برا کارٹ لینڈ کی ٹائپ کے رومانس کے اتنے "سنجیدہ قاری" سے مل رہا تھا اور کتابوں کے اس ڈھیر کو دیکھتے ہوئے اس پر یہ انکشاف بھی ہوا کہ وہ "کتابیں" نہیں پڑھتی تھی بلکہ صرف یہی ناولز پڑھتی تھی۔ کمرے میں موجود ان ڈیڑھ دو ہزار کتابوں میں اسے صرف چند پینٹنگز' ٹمکری اور شاعری کی کتابیں نظر آئی تھیں' باقی سب انگلش ناولز تھے۔

"اور یہ لے کر جانی ہیں۔" ایک ناول دیکھتے ہوئے وہ امامہ کی آواز پر بے اختیار چونکا۔

وہ کمرے میں دو تین چکروں کے دوران کچھ مکمل اور کچھ ادھوری پینٹنگز کا ایک چھوٹا سا ڈھیر بھی بنا چکی تھی۔ سالار اس دوران ان کتابوں کے جائزے میں مصروف رہا تھا۔ اس نے ہاتھ میں پکڑا ہوا ناول واپس کتابوں کے اس ڈھیر پر رکھ دیا جو بیڈ پر پڑا تھا۔ کارپٹ پر پڑی ان پینٹنگز پر نظر ڈالتے ہوئے سالار کو احساس ہوا کہ سعیدہ اماں کے گھر میں جابجا لگی ہوئی پینٹنگز بھی اسی کے ہاتھ کی بنی ہوئی ہیں اور یقیناً" ان پینٹنگز کے کسی دیوار پر لٹکا نہ ہونے کا سبب مزید خالی جگہ کا دستیاب نہ ہونا تھا۔

"بیٹا! یہ سارا کاٹھ کباڑ کیوں اکٹھا کر لیا' یہ لے کر جاؤ گی ساتھ؟"

سعیدہ اماں کمرے میں آتے ہی کمرے کی حالت دیکھ کر چونکیں۔

"اماں! یہ ضروری چیزیں ہیں میری۔"

امامہ' سالار کے سامنے اس سامان کو کاٹھ کباڑ قرار دیے جانے پر کچھ جز بز ہوئی۔

"کیا ضروری ہے ان میں' یہ کتابیں تو ردی میں دے دیتیں۔ اتنا ڈھیر لگا لیا ہے اور تصویریں وہیں رہنے دیتیں' جہاں پڑی تھیں۔ چھوٹا سا گھر ہے تم لوگوں کا' وہاں کہاں پورا آئے گا یہ سب کچھ۔" سعیدہ اماں کتابوں کے اس ڈھیر کو دیکھ کر متوحش ہو رہی تھیں۔ یقیناً" انہوں نے بھی امامہ کی ساری کتابوں کو پہلی بار اکٹھا دیکھا تھا اور یہ ان کے لیے کوئی خوشگوار نظارہ نہیں تھا۔

"نہیں' آجائے گا پورا' یہ سب کچھ۔ تین بیڈ رومز ہیں' ان میں سے ایک کو استعمال کریں گے یہ سامان رکھنے کے لیے' لیکن دوسری چیزوں کو بھی رکھنا پڑے گا۔ کمبل' کونٹلس' رگز اور کشنز وغیرہ کو۔" وہ ایک سیکنڈ میں تیار ہو گئی تھی۔

"لیکن بیٹا! یہ سارا سامان تو کام کا ہے۔ گھر سجانا اس سے..... یہ کتابوں کے ڈھیر اور تصویروں کا کیا کرو گی تم؟"

سعیدہ اماں اب بھی معترض تھیں۔

"کوئی بات نہیں' ان کی کتابیں ضروری ہیں۔ ابھی کچھ اور کارٹن یا شاپرز ہیں جنہیں پیک کرنا ہے۔" سالار نے اپنے سویٹر کی آستینوں کو موڑتے ہوئے آخری جملہ امامہ سے کہا۔

تین بجے کے قریب وہ سارا سامان سالار کے گھر پر گیسٹ روم میں بکھرا ہوا تھا۔ فرقان نے اس دن بھی انہیں افطاری کے لیے اپنی طرف مدعو کیا ہوا تھا لیکن سالار نے معذرت کر لی۔ فی الحال اس سامان کو ٹھکانے لگانا زیادہ اہم تھا۔

ایک اسٹور میں سالار نے کچھ عرصے پہلے ایلومینیم اور شیشے کے ریکس والی کچھ الماریاں دیکھی تھیں۔ یہ اتفاق ہی تھا کہ وہاں لگایا ہوا چکر بے کار نہیں گیا۔ چھ فٹ اونچی اور تین فٹ چوڑی ایک ہی طرح کی تین الماریوں نے

Copied From Web
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN

WWW.PAKSOCIETY.COM

گیسٹ روم کی ایک پوری دیوار کو کور کر کے یک دم اسے اسٹڈی روم کی شکل دے دی تھی لیکن امامہ کی خوشی کی کوئی انتہا نہیں تھی۔ ان تین الماریوں میں اس کی تقریباً" ساری کتابیں سما گئی تھیں۔ ان کتابوں کو اتنے سالوں میں پہلی بار کوئی ڈھنگ کی جگہ نصیب ہوئی تھی۔ اس کے ایزل اور ریکس' لانڈری کی دیوار پر بنی ریکس پر سمیٹے گئے تھے۔

وہ جہیز کے سامان میں برتنوں اور بیڈ شیٹس کے علاوہ اور کچھ نہیں لائی تھی' تب اسے اندازہ نہیں تھا کہ اس کی قسمت میں اس سامان میں سے صرف ان ہی دو چیزوں کا استعمال لکھا تھا۔

سالار کا کچن ایریا اب پہلی بار ایک آباد جگہ کا نظارہ پیش کر رہا تھا۔ برتنوں کے لیے بنے ریکس کے شیشوں سے نظر آتی نئی کراکری اور کاؤنٹر کی سلیب پر کچن کے استعمال کی چھوٹی موٹی نئی چیزوں نے کچن کی شکل کو بالکل بدل کر رکھ دیا تھا۔

وہ لوگ رات کے دس بجے جب فارغ ہوئے تو اپارٹمنٹ میں آنے والا نیا سامان سمیٹا جا چکا تھا۔ ان کے لیے فرقان کے گھر سے کھانا آیا تھا لیکن اس رات امامہ نے اسے بڑے اہتمام کے ساتھ نئی کراکری میں سرو کیا تھا۔

"اچھا لگ رہا ہے نا ایسے؟" امامہ نے چمکتی آنکھوں کے ساتھ اس سے پوچھا۔

سالار نے اپنے سامنے موجود نئی برانڈ ڈنر پلیٹ اور اس کے اطراف میں لگی چمکتی ہوئی کٹلری کو دیکھا اور پھر کانٹا اٹھا کر اسے بغور دیکھتے ہوئے بے حد سنجیدگی سے کہا۔

"ہاں' ایسا لگ رہا ہے جیسے ہم کسی ریسٹورنٹ کی اوپننگ والے دن سب سے پہلے اور اکلوتے کسٹمر ہیں لیکن مسئلہ یہ ہے امامہ! کہ یہ کراکری اور کٹلری اتنی نئی ہے کہ اس میں کھانا کھانے کو دل نہیں چاہ رہا۔۔۔ میں پرانے برتنوں میں نہیں کھا سکتا۔۔۔؟"

امامہ کا موڈ بری طرح آف ہوا۔ کم از کم یہ وہ جملہ نہیں تھا جو وہ اس موقع پر اس سے سننا چاہتی تھی۔

"لیکن یہ بہت خوب صورت ہیں۔" سالار نے فوراً" اپنی غلطی کی تصحیح کی تھی۔ اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ فی الحال وہ مذاق کو سراہنے کے موڈ میں نہیں تھی۔ امامہ کے تاثرات میں کوئی تبدیلی نہیں آئی۔

اپنی پلیٹ میں چاول نکالتے ہوئے سالار نے کہا۔ "کھانے کے بعد کہیں کافی پینے چلیں گے۔" اس بار اس کے چہرے پر کچھ نرمی آئی۔

"کچن کا سامان لینا ہے۔" اس نے فوراً" کہا۔

وہ چاول کا چمچ منہ میں ڈالتے ڈالتے رک گیا۔ "ابھی بھی کوئی سامان لینا باقی ہے؟" وہ حیران ہوا۔

"گروسری چاہیے۔"

"کیسی گروسری۔۔۔؟ کچن میں سب کچھ تو ہے۔"

"آٹا' چاول' دالیں' مسالے کیا ہے؟ کچھ بھی نہیں۔" امامہ نے جواباً" پوچھا۔

"ان کو میں نے کیا کرنا ہے؟ میں نے کبھی کھانا نہیں پکایا۔" سالار نے کندھے اچکا کر لاپروائی سے کہا۔

"لیکن میں تو پکاؤں گی نا۔۔۔ ہمیشہ تو دوسروں کے گھر سے نہیں کھا سکتے ہم۔" امامہ نے سنجیدگی سے کہا۔

"جارز اور کنٹینرز بھی چاہییں۔" امامہ کو یاد آیا۔

"فی الحال آج میرا اس طرح کی خریداری کرنے کا موڈ نہیں ہے۔۔۔ مجھے تھکن محسوس ہو رہی ہے۔" سالار کراہا۔

"اچھا' ٹھیک ہے' کل خرید لیں گے۔" امامہ نے کہا۔

اس رات وہ کافی کے لیے قریبی مارکیٹ تک ہی گئے تھے۔ گاڑی فورٹریس کے گرد گھماتے ہوئے انہوں نے

وہیں گاڑی میں بیٹھے ہوئے کافی پی۔

"شکر ہے' کتابوں کو تو جگہ مل گئی۔"

سالار کافی پیتے ہوئے چونکا۔ وہ کھڑکی سے باہر دور شاپس کو دیکھتے ہوئے بڑبڑائی تھی۔ اس کے لاشعور میں اب بھی کہیں وہ کتابیں ہی اٹکی ہوئی تھیں۔

"وہ کتابیں نہیں ہیں۔" سالار نے سنجیدگی سے کہا۔

کافی کا گھونٹ بھرتے اس نے چونک کر سالار کو دیکھا۔

ننانوے فیصد ناولز ہیں۔۔۔ وہ بھی چیپ رومانس۔۔۔ پانچ دس میں سمجھ سکتا ہوں۔۔۔ چلو اتنے سالوں میں سو دو سو بھی ہو سکتے ہیں۔۔۔ لیکن ڈیڑھ دو ہزار اس طرح کے ناولز۔۔۔؟ تمہارا کتنا اسٹیمنا ہے اس طرح کی ربش پڑھنے کے لیے اور تم نے باقاعدہ مارک کر کے پڑھا ہے ان ناولز کو۔ میرا خیال ہے' پاکستان میں چیپ رومانس کی سب سے بڑی کلیکشن اس وقت میرے گھر پر ہے۔"

وہ خاموش رہی۔ کافی پیتے کھڑکی سے باہر دیکھتی رہی۔

سالار کچھ دیر اس کی طرف سے کسی رد عمل کا انتظار کرتا رہا' پھر اس کی لمبی خاموشی پر اسے خدشہ ہوا کہ کہیں وہ برا نہ مان گئی ہو۔ اپنا بایاں بازو اس کے کندھوں پر پھیلاتے ہوئے اس نے جیسے خاموش معذرت پیش کی۔

"ٹھیک ہے' چیپ رومانس ہے' لیکن اچھا لگتا ہے مجھے یہ سب کچھ۔" وہ کھڑکی سے باہر دیکھتے ہوئے کچھ دیر بعد بولی۔

"وہاں لوگ ہمیشہ مل جاتے ہیں۔۔۔ کوئی کسی سے بچھڑتا نہیں ہے۔۔۔ میرے لیے ونڈر لینڈ ہے یہ۔" وہ کھڑکی سے باہر دیکھتے ہوئے جیسے کہیں اور پہنچی ہوئی تھی۔

وہ خاموشی سے اس کا چہرہ دیکھتا اور اسے سنتا رہا۔

"جب اپنی زندگی میں کچھ بھی اچھا نہ ہو رہا ہو تو کسی ایسی دنیا میں جانا اچھا لگتا ہے' جہاں سب کچھ پرفیکٹ ہو۔ وہاں وہ کچھ ہو رہا ہو' جو آپ چاہتے ہیں۔۔۔ وہ مل رہا ہو' جو آپ سوچتے ہوں۔۔۔ جھوٹ ہے یہ سب کچھ لیکن کوئی بات نہیں' اس سے میری زندگی کی کڑواہٹ تھوڑی کم ہوتی تھی۔۔۔ جب میں حجاب نہیں کرتی تھی تب زیادہ پڑھتی تھی ناولز۔ کبھی کبھار' سارا دن اور ساری رات۔۔۔ جب میں یہ ناولز پڑھتی تھی تو مجھے کوئی بھی یاد نہیں آتا تھا۔ امی ابو' بہن بھائی' بھتیجے' بھتیجیاں' بھانجے بھانجیاں۔۔۔ کوئی نہیں۔۔۔ ورنہ بہت مشکل تھا سارا دن یا رات کو سونے سے پہلے اپنی فیملی کے علاوہ کسی اور چیز کے بارے میں سوچنا' اپنی زندگی کے علاوہ کسی اور کے بارے میں پریشان ہونا' میں خوف ناک خواب دیکھتی تھی اور پھر میں نے ان ناولز کے ذریعے خوابوں کی ایک دنیا بسا لی۔ میں ناول کھولتی تھی اور یک دم زندگی بدل جاتی تھی۔ میری فیملی ہوتی تھی اس میں۔۔۔ میں ہوتی تھی۔۔۔ جلال ہوتا تھا۔"

سالار کافی کا گھونٹ نہیں لے سکا۔ اس کے لبوں پر اس وقت اس "شخص" کا نام سن کر کتنی اذیت ہوئی تھی اسے۔۔۔ نہیں' اذیت بہت ہی چھوٹا سا لفظ ہے۔ ایسی تکلیف انسان کو شاید مرتے وقت ہوتی ہو گی۔ ہاں' اگر یہ ناولز اس کی "کامل دنیا" اور اس کا ونڈر لینڈ تھے تو اس میں جلال انصر ہی ہوتا ہو گا' سالار سکندر نہیں ہو سکتا تھا۔ وہ اس کے ساتھ مذہباً" اور قانوناً" ایک رشتے میں بندھی تھی' دل کے رشتے میں کہاں بندھی تھی۔ دل کے رشتے میں تو شاید ابھی تک۔۔۔ اور وہ تو ماضی تھا جہاں جلال انصر کے سوا کوئی دوسرا نہیں تھا۔ اس کا چہرہ دیکھتے ہوئے وہ رنجیدگی سے سوچ رہا تھا اور امامہ کو بولتے ہوئے شاید احساس بھی نہیں ہوا تھا کہ اس نے جلال کا نام لیا اور کس پیرائے میں لیا تھا' احساس ہوتا تو وہ ضرور اٹکتی یا کم از کم ایک بار سالار کا چہرہ ضرور دیکھ لیتی۔ وہ ابھی بھی کھڑکی سے

Copied From Web
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

باہر دیکھ رہی تھی۔ ابھی بھی کہیں "اور" تھی۔ ابھی بھی "کسی" کا صبر آزما رہی تھی۔

"اچھا لگتا تھا مجھے اس دنیا میں رہنا۔ وہاں امید تھی... روشنی تھی... انتظار تھا لیکن لاحاصل نہیں' تکلیف تھی مگر ابدی نہیں' آنسو تھے مگر کوئی پونچھ دیتا تھا اور واحد کتابیں تھیں جن میں امامہ ہاشم ہوتی تھی' آمنہ نہیں۔ ہر بار ان کتابوں پر اپنا نام لکھتے ہوئے میں جیسے خود کو یاد دلاتی تھی کہ میں کون ہوں۔ دوبارہ کتاب کھولنے پر جیسے کتاب مجھے بتاتی تھی کہ میں کون ہوں۔ وہ مجھے میرے پرانے نام سے بلاتی تھی۔ اس نام سے' جس سے اتنے سالوں میں مجھے کوئی اور نہیں بلاتا تھا۔ تاریکی میں بعض دفعہ اتنی روشنی بھی بہت ہوتی ہے' جس سے انسان بے شک اپنے آپ کو نہ دیکھ پائے لیکن اپنا وجود محسوس کرنے کے تو قابل ہو جائے۔"

اس کی آواز اب بھیگنے لگی تھی۔ وہ خاموش ہو گئی۔ دونوں کے ہاتھوں میں پکڑے کپوں میں کافی ٹھنڈی ہو گئی تھی اور وہ اسے اب پینا بھی نہیں چاہتے تھے۔ وہ اب ڈیش بورڈ پر پڑے ٹشو باکس سے ٹشو پیپر نکال کر اپنی آنکھیں خشک کر رہی تھی۔ سالار نے کچھ کہے بغیر اس کے ہاتھ سے کافی کا کپ لے لیا۔ ایک ڈمپسٹر میں دونوں کپ پھینکنے کے بعد وہ دوبارہ گاڑی میں آکر بیٹھا اور گاڑی اسٹارٹ کرتے ہوئے اس نے امامہ سے پوچھا۔

"اور کافی چاہیے تمہیں؟"

"نہیں۔" واپسی کا راستہ غیر معمولی خاموشی میں طے ہوا تھا۔

☼ ☼ ☼

"مجھے آفس کا کچھ کام ہے تم سو جاؤ۔" وہ کپڑے تبدیل کر کے سونے کے بجائے کمرے سے نکل گیا۔

"میں انتظار کروں گی۔" امامہ نے اس سے کہا۔

"نہیں' مجھے ذرا دیر ہو جائے گی۔" اس نے امامہ کے ہاتھ میں پکڑے ناول کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا جو وہ رات کو پڑھنے کے لیے لے کر آئی تھی۔

اسے واقعی آفس کے کچھ کام نمٹانے تھے' مگر اسٹڈی ٹیبل پر بیٹھتے ہی اسے اندازہ ہو گیا کہ آخری کام جو وہ آج کرنا چاہتا تھا' وہ یہ تھا۔ کچھ دیر وہ لیپ ٹاپ آن کیے اپنی ٹیبل پر بیٹھا رہا' پھر یک دم اٹھ کر گیسٹ روم میں آگیا۔ لائٹ آن کرتے ہی کتابوں سے بھری ہوئی سامنے دیوار کے ساتھ لگی الماریاں اس کی نظروں کے سامنے آگئیں۔ اس نے ان کتابوں کو وہاں کچھ گھنٹے پہلے ہی رکھا تھا' بڑی احتیاط اور نفاست کے ساتھ۔ مصنف کے نام کے اعتبار سے ان کی مختلف ریکس پر گروپنگ کی تھی... تب تک وہ اس کے لیے صرف "امامہ کی کتابیں" تھیں لیکن اب وہ ان تمام کتابوں کو اٹھا کر بحیرہ عرب میں ڈبو دینا چاہتا تھا یا کم از کم راوی میں تو پھینک ہی سکتا تھا۔ وہ اب کتابیں نہیں رہی تھیں۔

امامہ کی وہ تصوراتی پرفیکٹ زندگی جو وہ جلال انصر کے ساتھ گزارتی رہی تھی۔ وہ ڈیڑھ دو ہزار رومانس ان کرداروں کے رومانس نہیں تھے جو ان ناولز میں تھے۔ وہ صرف دو کرداروں کا رومانس تھا۔ امامہ اور جلال کا... اعلا ظرف بننے کے لیے کھلے دل یا برداشت کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ دماغ کا کام نہ کرنا زیادہ ضروری ہوتا ہے۔ وہ ریکس پر لگی ان کتابوں کو برداشت نہیں کر پا رہا تھا۔ امامہ کے اس اعتراف کے بعد کوئی شوہر بھی برداشت نہ کر پاتا وہ بھی اس کا شوہر تھا۔ وہ ان کتابوں کو گھر میں نہیں رکھنا چاہتا تھا اور وہ ایسا کر سکتا تھا۔ وہ اس کی بیوی تھی... روتی دھوتی' ناراض ہوتی لیکن اتنی بااختیار نہیں تھی کہ اس کی مرضی کے بغیر ان کتابوں کو وہاں رکھ سکتی۔ وہ عورت تھی۔ ضد کر سکتی تھی' منوا نہیں سکتی تھی۔ وہ مرد تھا اسے اپنی مرضی کے لیے ضد جیسے کسی حربے کی ضرورت نہیں تھی۔ یہ اس کا گھر تھا' یہ اس کی دنیا تھی۔ وہ شرائط کے ساتھ نہیں رہنا چاہتا نہ ہی ایسے جی سکتا ہے۔ وہ

مراعات کے ساتھ دنیا میں آتا ہے اور اسی کے ساتھ دنیا میں رہتا ہے۔

تو آسان حل یہ تھا جو اسے معاشرہ اور اس کا ذہن بتا رہا تھا۔ مشکل حل وہ تھا جو اس کا دل اس سے کہہ رہا تھا اور دل کہہ رہا تھا۔ "چھوڑو' جانے دو یار! یہ زہر کا گھونٹ ہے لیکن پی جاؤ۔" اور دل نہ بھی کہتا تب بھی وہ اس چیز کو اپنے گھر سے نکال کر نہیں پھینک سکتا تھا' جو امامہ کی ملکیت تھی۔ جو کبھی اس کے دکھوں کے لیے مرہم بنی تھی۔ ان کتابوں کے کرداروں میں وہ جس کسی کو بھی سوچتی رہی تھی لیکن ان کتابوں پر لکھا ہوا نام اس کا اپنا تھا اور یہ وہ نام تھا جو اس کی روح کا حصہ تھا۔ صبر کی کئی قسمیں ہوتی ہیں اور کوئی بھی قسم آسان نہیں ہوتی' وہاں کھڑے اس نے سوچا اور لائٹ آف کر کے کمرے سے باہر نکل آیا۔

وہ رمضان میں کبھی سگریٹ نہیں پیتا تھا لیکن اسٹڈی روم میں واپس آکر اس نے سگریٹ سلگایا تھا۔ اس وقت خود کو نارمل کرنے کے لیے یہی واحد حل اس کی سمجھ میں آیا۔ ایک سگریٹ پینے کی نیت سے بیٹھے ہوئے اسے اندازہ نہیں ہوا کہ وہ کتنے سگریٹ پی چکا ہے۔

"سالار...!" امامہ کی آواز پر وہ راکنگ چیئر پر بیٹھے بیٹھے چونکا۔ غیر محسوس انداز میں بائیں ہاتھ میں پکڑا سگریٹ اس نے ایش ٹرے میں مسلا۔ وہ دروازے میں ہی کھڑی تھی اور یقیناً" اس کے ہاتھ میں سگریٹ دیکھ چکی تھی۔ نہ بھی دیکھتی تب بھی کمرے میں پھیلی سگریٹ کی بو اسے بتا دیتی۔

"تم اسموکنگ کرتے ہو؟" وہ جیسے کچھ پریشان اور شاکڈ انداز میں آگے بڑھی۔

"نہیں' بس کبھی کبھار۔ جب اپ سیٹ ہوتا ہوں تو ایک آدھ سگریٹ پی لیتا ہوں۔" کہتے ہوئے سالار کی نظر ایش ٹرے پر پڑی۔ وہ سگریٹ کے ٹکڑوں سے بھری ہوئی تھی۔

"آج کچھ زیادہ ہی پی گیا۔"

وہ بڑبڑایا' پھر اس نے سر اٹھا کر اسے دیکھا اور اپنا لہجہ ہموار رکھنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"تم سوئیں نہیں ابھی تک؟"

"تم میری وجہ سے اپ سیٹ ہو؟" اس نے سوال کا جواب دینے کے بجائے اس سے پوچھا۔

تو اس نے محسوس کر لیا؟ سالار نے اس کا چہرہ دیکھا اور سوچا۔ اس کی آنکھوں میں ایک عجیب سا خوف اور اضطراب تھا۔ وہ نائٹی میں ملبوس اونی شال اپنے گرد لپیٹے ہوئے تھی۔ سالار جواب دینے کے بجائے راکنگ چیئر کی پشت سے ٹیک لگائے اسے دیکھتا رہا۔ اس نے کرسی کو ہلانا بند کر دیا تھا۔ اس کی خاموشی نے جیسے اس کے اضطراب میں اور اضافہ کیا۔

"تمہاری فیملی نے کچھ کہا ہے...؟ ...یا میری فیملی نے کچھ کیا ہے؟"

وہ کیا سوچ رہی تھی؟ سالار نے بے اختیار ایک گہرا سانس لیا... کاش "یہ" وجہ ہوتی "وہ" نہ ہوتی' جو تھی۔

"کیا کہے گی میری فیملی... ؟ یا کیا کرے گی تمہاری فیملی... ؟" اس نے مدھم آواز میں اس سے پوچھا۔ وہ اسی طرح الجھی ہوئی یوں چپ کھڑی رہی جیسے اسے خود بھی اس سوال کا جواب معلوم نہیں تھا لیکن وہ خاموش اسے دیکھتی رہی' یوں جیسے اسے یقین ہو کہ وہ سچ نہیں بول رہا۔ وہ حیران تھا کہ وہ کیسے کیسے خدشات ذہن میں لیے بیٹھی ہے۔

وہ راکنگ چیئر پر سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ اسے اس وقت امامہ پر جیسے ترس آیا تھا۔

"یہاں آؤ!" اس نے سیدھے ہوتے ہوئے اس کا بایاں ہاتھ پکڑا۔ وہ جھجکی' ٹھٹکی پھر اس کی آغوش میں آگئی۔ سالار نے اس کے دونوں ہاتھوں کو اس کی شال کے اندر کرتے ہوئے' اس کی شال کو اس کے گرد اور اچھی طرح سے لپیٹتے ہوئے' کسی ننھے بچے کی طرح اسے اپنے سینے سے لگاتے ہوئے تھپکا اور اس کا سر چوما۔

Copied From Web
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN

"کوئی کچھ نہیں کہہ رہا۔۔۔ اور کوئی کچھ نہیں کر رہا۔۔۔ ہر کوئی اپنی زندگی میں مصروف ہے اور اگر کچھ ہوگا تو میں دیکھ لوں گا سب کچھ۔ تم اب ان چیزوں کے بارے میں پریشان ہونا چھوڑ دو۔"
وہ اسے گود میں لیے اب دوبارہ راکنگ چیئر پر جھول رہا تھا۔
"پھر تم اپ سیٹ کیوں ہو؟"
"میں۔۔۔؟۔۔۔ میرے اپنے بہت سے مسئلے ہیں۔" وہ بڑبڑایا۔
امامہ نے گردن اوپر کرتے ہوئے اس کا چہرہ دیکھنے کی کوشش کی۔ اتنے دنوں میں وہ پہلی بار اسے اتنا سنجیدہ لگا تھا۔
"سالار! تم۔۔۔"
"میں پریشان نہیں ہوں اور اگر ہوں بھی تو تم اس کی وجہ نہیں ہو۔ اب دوبارہ مجھ سے یہ سوال مت کرنا۔"
اس کی بات مکمل ہونے سے پہلے اس نے کچھ سخت لہجے میں جھڑکنے والے انداز میں اس کی بات کاٹ کر سوال سے پہلے جواب دیا۔ وہ جیسے اس کا ذہن پڑھ رہا تھا۔ وہ چند لمحے کچھ بول نہیں سکی۔ اس کا لہجہ بہت سخت تھا اور سالار کو بھی اس کا احساس ہو گیا تھا۔
"تم کیا کہہ رہی تھیں مجھ سے کہ کچن کے لیے کچھ چیزوں کی ضرورت ہے۔۔۔؟" اس نے اس بار بے حد نرمی کے ساتھ موضوع بدلا۔
امامہ نے ایک بار پھر اسے ان چیزوں کے نام بتائے۔
"کل چلیں گے رات کو گروسری کے لیے۔"
امامہ نے اس بار کچھ نہیں کہا۔ اس کے سینے پر سر رکھے' وہ دیوار پر اس سوفٹ بورڈ پر لکھے بہت سے نوٹس' ڈیڈ لائنز اور کچھ عجیب سے انڈیکسز والے چارٹس دیکھتی رہی' پھر اس نے سالار سے پوچھا۔
"تم بینک میں کیا کرتے ہو؟"
وہ ایک لمحہ کے لیے چونکا' پھر اس نے اس کی نظروں کا تعاقب کرتے ہوئے بورڈ پر نظر ڈالی۔
"میں بے کار کام کرتا ہوں۔" وہ بڑبڑایا۔
"مجھے بینکرز کبھی اچھے نہیں لگے۔" امامہ کو اندازہ نہیں ہوا کہ اس نے کتنے غلط وقت پر یہ تبصرہ کیا ہے۔
"جانتا ہوں' تمہیں ڈاکٹرز اچھے لگتے ہیں۔" سالار کے لہجے میں خنکی آئی تھی۔
"ہاں' مجھے ڈاکٹرز اچھے لگتے ہیں۔" امامہ نے سادہ لہجے میں بورڈ کو دیکھتے ہوئے کچھ بھی محسوس کیے بغیر' اس کے سینے پر سر رکھے اس کی تائید کی۔ یہ کہتے ہوئے اسے جلال کا خیال نہیں آیا تھا لیکن سالار کو آیا تھا۔
"تم نے مجھے بتایا نہیں کہ تم بینک میں کیا کرتے ہو؟" امامہ نے دوبارہ پوچھا۔
"میں پبلک ریلیشنگ میں ہوں۔" اس نے یہ جھوٹ کیوں بولا' وہ خود بھی سمجھ نہیں پایا تھا۔ امامہ نے بے اختیار اطمینان بھرا سانس لیا۔
"یہ پھر بھی بہتر ہے۔ اچھا ہے تم ڈائریکٹ بینکنگ میں نہیں ہو۔ تم نے کیا پڑھا تھا سالار؟"
"ماس کمیونیکیشنز۔" وہ ایک کے بعد ایک جھوٹ بول رہا تھا۔
"مجھے یہ سبجیکٹ بہت پسند ہے۔ تمہیں کچھ اور بننا چاہیے تھا۔"
"یعنی ڈاکٹر؟" سالار سلگا لیکن امامہ کھلکھلا کر ہنسی۔
"ماس کمیونیکیشنز پڑھ کر تو ڈاکٹر نہیں بن سکتے۔" سالار نے جواب نہیں دیا۔ اگر وہ اس کا چہرہ دیکھ لیتی تو اتنی بے تکلفی کے ساتھ یہ سارے تبصرے نہ کر رہی ہوتی۔

"میں ڈاکٹروں سے نفرت کرتا ہوں۔" سالار نے سرد لہجے میں کہا وہ بے اختیار سالار سے الگ ہوئی۔
"کیوں؟" اس نے حیرت سے سالار کا چہرہ دیکھتے ہوئے کہا۔
اس کا چہرہ بے تاثر تھا' کم از کم امامہ اسے پڑھ نہیں سکی۔
"ایسے ہی۔" سالار نے کندھے اچکاتے ہوئے بڑی سرد مہری سے کہا۔
"ایسے ہی کیسے۔۔۔؟ کوئی وجہ تو ضرور ہوگی۔" وہ جز بز ہوئی۔
"تمہیں کیوں ناپسند ہیں بینکرز؟" سالار نے ترکی بہ ترکی جواب کہا۔
"بددیانت ہوتے ہیں۔" امامہ نے بے حد سنجیدگی سے کہا۔
"بینکر؟" سالار نے بے یقینی سے کہا۔
"ہاں۔" اس بار وہ سنجیدہ تھی۔
وہ سالار کا بازو اپنے گرد سے ہٹاتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی۔ سالار نے اسے روکنے کی کوشش نہیں کی۔ وہ اب قریب جا کر بورڈ کو دیکھ رہی تھی۔ اس پر لگائے ہوئے نوٹس اور ڈیڈ لائنز پڑھ رہی تھی۔
"بینکرز لوگوں کا پیسہ' اثاثہ محفوظ رکھتے ہیں۔"
اس نے اپنے عقب میں سالار کو بڑے جتانے والے انداز میں کہتے سنا۔
"اور پیسہ لوگوں کا ایمان خراب کر دیتا ہے۔" اس نے مڑے بغیر جواب دیا۔
"اس کے باوجود لوگ ہمارے پاس آتے ہیں۔" سالار نے اسی انداز میں کہا۔ اس بار امامہ پلٹی۔
"لیکن وہ آپ پر بھروسا نہیں کرتے۔"
وہ مسکرا رہی تھی مگر سالار نہیں۔ اس نے خاموشی سے اس کا چہرہ دیکھا' پھر اثبات میں سر ہلایا۔
"ایک بددیانت بینکر صرف آپ کا پیسہ لے سکتا ہے لیکن ایک بددیانت ڈاکٹر آپ کی جان لے سکتا ہے تو پھر زیادہ خطرناک کون ہوا؟"
اس بار امامہ بول نہیں سکی۔ اس نے چند منٹ تک جواب ڈھونڈنے کی کوشش کی لیکن اسے جواب نہیں ملا' پھر اس نے یک دم سالار سے کہا۔
"اگر میں ڈاکٹر ہوتی تو پھر بھی تمہیں ڈاکٹرز سے نفرت ہوتی۔۔۔؟"
وہ اب اسے جذباتی دباؤ میں لے رہی تھی۔ یہ غلط تھا لیکن اب وہ اور کیا کرتی؟
"میں ممکنات پر کوئی نتیجہ نہیں نکالتا' زمینی حقائق پر نکالتا ہوں۔ جب "اگر" اگزسٹ نہیں کرتا تو میں اس پر رائے بھی نہیں دے سکتا۔" اس نے کندھے اچکا کر صاف جواب دیا۔
امامہ کا رنگ کچھ پھیکا پڑ گیا۔ جواب غیر متوقع تھا' کم از کم سالار کی زبان سے۔
"زمینی حقائق یہ ہیں کہ تم میری بیوی ہو اور تم ڈاکٹر نہیں ہو۔ میں بینکر ہوں اور میں ڈاکٹرز سے نفرت کرتا ہوں۔"
اس کے لہجے کی ٹھنڈک پہلی بار امامہ تک پہنچی تھی' لہجے کی ٹھنڈک یا پھر آنکھوں کی سرد مہری۔ وہ بول نہیں سکی اور نہ ہی ہل سکی۔ ایک ہفتے میں اس نے اس طرح تو کبھی اس سے بات نہیں کی تھی۔
"رات بہت ہو گئی ہے' سونا چاہیے ہمیں۔"
وال کلاک پر نظر ڈالتے ہوئے وہ اسے دیکھے بغیر کرسی سے اٹھ کر چلا گیا۔
وہ دیوار کے ساتھ لگی جھولتی ہوئی کرسی کو دیکھتی رہی' وہ اس کے بدلتے موڈ کی وجہ سمجھ نہیں سکی تھی۔ وہ کوئی ایسی بات تو نہیں کر رہے تھے جس پر وہ اس طرح کے الفاظ کا استعمال کرتا۔ وہ وہاں کھڑی اپنی اور اس کے درمیان

Copied From Web
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

ہونے والی گفتگو کو شروع سے یاد کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ شاید اسے بینکرز کے بارے میں میرے کمنٹس اچھے نہیں لگے۔ وہ جیسے تجزیہ کر رہی تھی۔

جب وہ دوبارہ کمرے میں آئی تو کمرے کی لائٹ آن تھی لیکن وہ سو چکا تھا۔ وہ اپنے بیڈ پر آکر بیٹھ گئی۔ سارا دن کام کرتی رہی تھی لیکن بری طرح تھک جانے کے باوجود اس وقت اس کی نیند یک دم غائب ہو گئی تھی۔ سالار کے بارے میں سارے اندیشے' جو اس کے ساتھ گزارے ہوئے ایک ہفتے نے سلا دیے تھے' یک دم پھر سے جاگ اٹھے تھے۔ وہ اس کی طرف کروٹ لیے ہوئے سو رہا تھا۔ وہ اس کا چہرہ دیکھتی رہی۔ وہ اس سے چند فٹ کے فاصلے پر تھا' کم از کم نیند کی حالت میں پر سکون لگ رہا تھا۔

"آخر مرد اتنی جلدی کیوں بدل جاتے ہیں؟ اور اتنے ناقابل اعتبار کیوں ہوتے ہیں؟" اس کا چہرہ دیکھتے ہوئے اس نے سوچا اس کی رنجیدگی میں اضافہ ضرور ہوا تھا۔ زندگی اتنی محفوظ نہیں ہوئی تھی جتنی وہ کچھ گھنٹے پہلے تک سمجھ رہی تھی۔

"آج لائٹ آن کر کے سو گئی کیا؟" سالار کروٹ لیتے ہوئے بڑبڑایا۔

وہ یقیناً "گہری نیند میں نہیں تھا۔ امامہ نے ہاتھ بڑھا کر لائٹس آف کر دیں لیکن وہ سونے کے لیے نہیں لیٹی تھی۔ اندھیرے میں سالار نے دوبارہ اس کی طرف کروٹ لی۔

"تم سو کیوں نہیں رہیں؟"

"ابھی سو جاؤں گی۔"

سالار نے ہاتھ بڑھا کر اپنا بیڈ سائیڈ ٹیبل لیمپ آن کر دیا۔ امامہ نے کچھ کہے بغیر کمبل خود پر کھینچا اور سیدھے لیٹتے ہوئے اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ سالار چند لمحے اس کا چہرہ دیکھتا رہا پھر اس نے لیمپ دوبارہ آف کر دیا۔ امامہ نے دوبارہ آنکھیں کھول لیں۔

"تمہیں سحری کے وقت بھی اٹھنا ہے امامہ!"

اسے حیرت ہوئی' اس نے اندھیرے میں اسے آنکھیں کھولتے ہوئے کیسے دیکھ لیا تھا۔

گردن موڑ کر اس نے سالار کی طرف دیکھنے کی کوشش کی' اسے کچھ نظر نہ آیا۔

"تمہیں پتا ہے سالار! دنیا کا سب سے بے ہودہ کام کون سا ہے؟" اس نے سالار کی طرف کروٹ لے کر کہا۔

"کیا...؟"

"شادی۔" اس نے بے ساختہ کہا۔

چند لمحے خاموشی کے بعد اس نے سالار کو کہتے سنا۔

"I agree"

امامہ کو بے اختیار دکھ ہوا۔ کم از کم سالار کو اس بات سے اتفاق نہیں کرنا چاہیے تھا۔ اس نے سالار کا بازو اپنے گرد حمائل ہوتے ہوئے محسوس کیا۔ وہ اب اس کی پیشانی چومتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"گڈنائٹ۔" یہ اسے سلانے کی ایک اور کوشش تھی۔

وہ چند لمحے خاموش رہی پھر اس نے کچھ بے چین ہو کر کہا۔

"سالار!"

سالار نے بے اختیار گہرا سانس لیا اور آنکھیں کھول دیں۔

"تمہیں کیا ہوا ہے...؟"

"کچھ نہیں۔" جھوٹ "ضروری" تھا' لیکن سچ بے حد "معتبر" تھا۔

"تم میرے ساتھ اتنے روڈ ہوئے۔" اس نے بالآخر شکایت کی۔

"آفس کے کسی پرابلم کی وجہ سے میں کچھ اپ سیٹ تھا شاید اسی لیے روڈ ہو گیا۔" اس نے معذرت کی' وہ اس کے بالوں میں انگلیاں پھیر رہا تھا۔

"کیسا پرابلم؟"

"ہوتے رہتے ہیں امامہ... you just don't worry اگر آئندہ کبھی بھی میرا ایسا موڈ ہو تو تم پریشان مت ہونا' نہ ہی مجھ سے زیادہ سوال جواب کرنا۔ میں خود ہی ٹھیک ہو جاؤں گا۔"

امامہ کی سمجھ میں اس کی توجیہہ نہیں آئی تھی لیکن وہ پر سکون ہو گئی تھی۔

"میں اس لیے پریشان ہو رہی تھی' کیونکہ مجھے لگا کہ شاید تمہیں میری کوئی بات بری لگی ہے۔ میں نے بینکرز کو برا کہا تھا نا اس لیے۔"

"تمہیں تو سات خون معاف کر سکتا ہوں میں' یہ تو کوئی بات ہی نہیں۔"

اس نے ایک بار پھر گہرا سانس لیتے ہوئے کہا۔

"تم ٹھیک کہتے ہو' ڈاکٹرز میں بھی بہت سی برائیاں ہوتی ہیں لیکن مجھے بس اچھے لگتے ہیں وہ... بس محبت ہے مجھے ڈاکٹرز سے... میں بھی ان کی ساری خامیاں اگنور کر سکتی ہوں۔" سالار کی آنکھوں سے نیند یک دم غائب ہو گئی۔ وہ کسی اور حوالے سے وضاحت دے رہی تھی' اس نے اسے کسی اور پیرائے میں لیا۔

"تمہیں واقعی ڈاکٹرز سے نفرت ہے؟" وہ اب بے یقینی کے ساتھ پوچھ رہی تھی۔

"جو چیز تمہیں پسند ہو' میں اس سے نفرت کر سکتا ہوں... ؟ مذاق کر رہا تھا میں۔" امامہ کے ہونٹوں پر مطمئن مسکراہٹ آئی۔

اس نے بھی سالار کے گرد اپنا بازو حمائل کرتے ہوئے کہا۔

"اب مجھے نیند آ رہی ہے' تم بھی سو جاؤ۔"

اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ وہ اس کے بالوں میں انگلیاں پھیرتا رہا۔ محبوب کی دو خصوصیات یونیورسل ہوتی ہیں۔ وہ بے نیاز ہوتا ہے... اور... اور اپنی بے نیازی سے بے خبر بھی... اور یہ دونوں خصوصیات اس کے محبوب میں بھی تھیں۔ جلال انصر سے اسے ایک بار پھر شدید قسم کا حسد محسوس ہوا... لیکن رشک اسے اپنے آپ پر آیا کہ وہ اس کے "پاس" تھی... اور اس کی تھی۔

☼ ☼ ☼

"صاحب نے نیوز پیپرز کا کہا تھا کہ آپ سے پوچھ لوں اور یہ میگزین ہیں' ان میں سے جو پسند ہیں' بتا دیں' میں لے آیا کروں گا۔"

نیوز ہاکر نے اسے ایک کاغذ تھماتے ہوئے کہا جس پر اخبارات اور میگزینز کی ایک لسٹ تھی۔ وہ نیند میں بیل بجنے کی آواز پر اٹھ کر آئی تھی۔ کچھ دیر تک تو سمجھ ہی نہیں پائی کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔ سالار کے گھر اس نے صرف اتوار کو اخبار دیکھا تھا' وہ بھی سالار نے ہاکر سے خود لیا تھا۔ وہ خود آفس میں ہی اخبار دیکھتا تھا۔ اب وہ یقیناً" اس کی وجہ سے اخبار لگوا رہا تھا۔ ایک نظر اس لسٹ پر ڈال کر اس نے ہاکر کو ایک اخبار اور ایک میگزین کا بتایا۔ وہ اخبار اسے تھما کر چلا گیا۔ وہ جمائیاں لیتے ہوئے اخبار اندر لائی اور رکھ دیا۔ دس بجنے والے تھے' کھڑکی سے باہر دھند چھٹ رہی تھی لیکن ابھی بھی کچھ تھی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
www.bookspk.net
Copied From Web
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN

WWW.PAKSOCIETY.COM

جتنی دیر میں ملازمہ آئی' وہ اخبار دیکھ چکی تھی۔ ملازمہ آج اکیلی نہیں تھی اس کے ساتھ مالی بھی تھا۔ وہ فرقان کے پودے دیکھنے آیا تھا۔ وہ سالار کے پودے اتوار کے دن دیکھنے آتا تھا یا پھر نوشین خود اس کے ساتھ وہاں آتی تھی۔ سالار کے اپارٹمنٹ کی ایک چابی ان کے پاس بھی تھی۔ آج نوشین نے یہاں امامہ کی موجودگی کی وجہ سے اسے بھیج دیا تھا۔

وہ اس کے ٹیرس پر جانے کے کچھ دیر کے بعد خود بھی باہر نکل آئی۔ مالی کے پاس کھڑے خاموشی سے اسے دیکھتے رہنے کے دوران اسے احساس ہوا کہ اسے کسی قسم کی ہدایات کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ ماہرانہ انداز میں اپنا کام کر رہا تھا' وہ واپس اندر آگئی۔ ملازمہ نے بڑے پرجوش انداز میں کچن میں رکھے ہوئے برتنوں کو نوٹس کرنے کے بعد تعریف کی۔ امامہ بے اختیار خوش ہوئی۔

"باجی! اب یہ گھر گھر لگ رہا ہے۔" اس نے امامہ سے کہا۔ وہ سالار کی اسٹڈی کو ویکیوم کر رہی تھی۔ امامہ مسکراتی ہوئی سالار کی اسٹڈی ٹیبل پر پڑی ڈسٹ صاف کرنے لگی۔

"باجی! میں کرتی ہوں' آپ رہنے دو۔" ملازمہ نے اسے روکا۔

"نہیں' تم باقی سب کر لینا۔ میں ابھی فارغ ہوں' اس لیے کر رہی ہوں۔" وہ اس سے یہ نہیں کہہ سکی کہ وہ نہیں چاہتی کہ سالار کا کوئی کاغذ ادھر ادھر ہو جائے لیکن یہ سوچتے ہوئے وہ یہ بھول گئی تھی کہ اس گھر میں اس اسٹڈی ٹیبل کو اتنے عرصے سے وہ ملازمہ ہی صاف کر رہی ہے۔

میل ٹرے دعوتی کارڈز کے بند اور کھلے لفافوں سے تقریباً" بھری ہوئی تھی۔ امامہ نے ایک لفافہ کھول کر دیکھا۔ وہ کسی افطار پارٹی کا انویٹیشن تھا۔ ایک کے بعد ایک' وہ سارے لفافے کھول کر دیکھتی گئی۔ سب کارڈ کسی نہ کسی افطار پارٹی یا تقریب سے متعلق تھے اور بعض کارڈز میں تو وہ دو یا تین جگہوں پر بھی انوائٹڈ تھا۔ وہ یقیناً" بے حد سوشل زندگی گزار رہا تھا۔ یہ اس کا اندازہ تھا' یقیناً" وہ اس کے گھر آجانے کی وجہ سے پچھلے ایک ہفتے سے ان پارٹیز میں نہیں جا رہا تھا۔ یہ اس کا ایک اور تجزیہ تھا۔ پندرہ بیس کارڈز دیکھنے کے بعد اس کا دل اچاٹ ہو گیا۔ اس نے کارڈز اٹھا کر واپس رکھ دیے۔ کچھ اور کارڈز دیکھتی یا نیچے میل کے کسی لفافے کے ایڈریس پر نظر ڈال لیتی تو شاید اسے سالار کا شعبہ نظر آجاتا کہ وہ انویسٹمنٹ میں تھا' آئی آر میں نہیں۔ کم از کم وہ یہ جھوٹ تو ضرور پکڑ سکتی تھی۔

"باجی! رات کو کوئی مہمان آئے تھے؟" وہ ملازمہ کی آواز پر چونکی۔ وہ ایش ٹرے ہاتھ میں لیے کچھ حیرانی سے پوچھ رہی تھی۔

"نہیں۔" امامہ نے سوال سمجھے بغیر کہا۔

"تو یہ سگریٹ کس نے پیے ہیں؟ سالار صاحب تو سگریٹ نہیں پیتے۔" ملازمہ بے حد حیران تھی۔

امامہ کچھ دیر بول نہیں سکی۔ ملازمہ جیسے سالار کے بیان کی تصدیق کر رہی تھی۔ یعنی وہ واقعی عادی نہیں تھا جو ایک آدھ سگریٹ وہ بھی کبھی کبھار پیتا ہو گا' اسے ملازمہ کسی مہمان کا پیا ہوا سگریٹ سمجھ لیتی ہو گی۔

"اوہ! ہاں.... اس کے کچھ دوست آئے تھے' مجھے یاد ہی نہیں تھا۔" امامہ نے چند لمحوں کے بعد کہا۔ اس سے پہلے کہ وہ کچھ اور کہتی' ڈور بیل بجی۔

"میں دیکھتی ہوں۔" امامہ اس سے کہہ کر باہر نکل آئی۔

"لانڈری کولیکٹ کرنے آئے ہیں۔"

دروازے پر ایک لڑکا سالار کے کچھ ڈرائی کلینڈ اور دھلے ہوئے کپڑوں کے ہینگرز لیے ہوئے کھڑا تھا۔ اس کی طرف ایک بل کے ساتھ بڑھاتے ہوئے اس نے کہا۔

"کپڑے چیک کرلیں۔"

بل کے ساتھ لانڈری کے لیے بھیجے گئے کپڑوں کی لسٹ بھی تھی۔ امامہ نے ہینگرز لاؤنج میں لانے کے بعد باری باری لسٹ اور کپڑوں کو ملانا شروع کیا' کپڑے پورے تھے۔

ملازمہ تب تک باہر نکل آئی تھی۔ امامہ بل کے پیسے لینے اندر چلی گئی۔ جب وہ واپس آئی تو اس نے ملازمہ کو دروازے پر لانڈری بوائے کو ایک لانڈری بیگ تھماتے ہوئے دیکھا۔ جس کے اوپر ایک لسٹ چسپاں تھی۔ یقیناً" وہ ان کپڑوں کی لسٹ تھی جو لانڈری کے لیے دیے جا رہے تھے۔ لانڈری بوائے ایک رائٹنگ پیڈ پر کچھ اندراج کر رہا تھا۔

"باجی! آپ نے بھی دینے ہیں کپڑے؟" ملازمہ نے اسے آتے دیکھ کر کہا۔

"نہیں' میں یہ بل دینے آئی ہوں۔" امامہ نے بل کی رقم اس لڑکے کی طرف بڑھائی۔ اس نے جواباً" ایک رسید اس کی طرف بڑھا دی۔

"بل تو مہینے کے شروع میں اکٹھا ہی جاتا ہے۔" ملازمہ نے اسے روکا۔

وہ دروازہ بند کرتے ہوئے اندر آگئی۔ امامہ نے رسید پر نظر ڈالی۔ وہ سالار کے کپڑوں کی لسٹ تھی جو وہ لے کر گیا تھا۔

"تم نے لانڈری کے کپڑے کہاں سے لیے ہیں؟" امامہ نے اس لسٹ کو پڑھتے ہوئے ملازمہ کو روکا۔

"سالار صاحب کپڑے بیگ میں ڈال کر اوپر لسٹ رکھ جاتے ہیں۔ لانڈری میں ہی رکھتے ہیں بیگ۔" ملازمہ یہ کہہ کر دوبارہ اندر چلی گئی۔

امامہ نے بل پر نظر ڈالی۔ لانڈری تو وہ خود بھی کر سکتی تھی۔ ہر ہفتے اتنے پیسے اس پر خرچ کرنا فضول خرچی تھی' اس نے سوچا۔

ملازمہ ابھی وہیں تھی جب ایک آدمی وہ پردے لے کر آیا تھا جو اس نے بننے کے لیے دیے تھے۔

"باجی! آپ نے کوئی پردے بننے کے لیے دیے ہیں؟"

ملازمہ نے انٹرکام کی بیل بجنے پر ریسیور اٹھا کر ان سے پوچھا۔

امامہ کچھ حیران ہوئی۔ "ہاں.... کیوں؟"

"وہ نیچے گیٹ پر ایک آدمی لے کر آیا ہے' گارڈ انٹرکام پر پوچھ رہا ہے۔ ہاں! بھیج دو' باجی نے پردے بنوائے ہیں۔" ملازمہ نے اس کو بتا کر ریسیور پر گارڈ سے کہا۔ ریسیور رکھ کر وہ دوبارہ لاؤنج صاف کرنے میں لگ گئی تھی۔ کچن کاؤنٹر پر گلاس سیٹ کو کپڑے سے صاف کرتے ہوئے' امامہ کو عجیب طرح کا احساس کمتری ہوا۔ اس نے اتنے دنوں وہاں چلتے پھرتے کئی بار انٹرکام کو دیکھا تھا لیکن اس کی سمجھ میں نہیں آیا کہ اس انٹرکام کی وہاں کیا افادیت ہے' جبکہ دروازہ اتنا قریب تھا۔ ملازمہ اس گھر کی ہر چیز کو اس سے زیادہ ذہانت' پھرتی اور سہولت کے ساتھ استعمال کر رہی تھی۔

☼ ☼ ☼

"سالار! لاؤنج اب اچھا لگ رہا ہے نا؟"

سالار نے لاؤنج کی کھڑکیوں پر لگے نئے پردوں پر ایک نظر ڈالی۔ وہ ابھی چند لمحے پہلے گھر آیا تھا۔ امامہ نے بے حد خوشی کے عالم میں آتے ہی اسے اطلاع دی۔ وہ نہ بھی دیتی تب بھی لاؤنج میں پہلا قدم رکھتے ہی وہ اس "واضح" تبدیلی کو نظر انداز نہیں کر سکتا تھا۔

"بہت۔" اس نے اپنی مایوسی کو چھپاتے ہوئے کہا۔ امامہ نے فخریہ انداز میں پردوں کو دیکھا۔

وہ آج بھی افطاری راستے میں ہی کر آیا تھا۔ امامہ نے افطاری فرقان کے گھر پر کی تھی اور اب وہ دونوں ایک ساتھ ڈنر کر رہے تھے۔

Copied From Web
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

"تو جناب کا آج کا دن کیسا گزرا؟"

کھانا شروع کرتے ہوئے سالار نے اس سے پوچھا۔ وہ اسے پورے دن کی ایکٹوٹیز بتانے لگی۔ آج ان دونوں کے درمیان ہونے والی یہ پہلی تفصیلی گفتگو تھی۔ سالار نے اسے دن میں دوبار ایک یا ڈیڑھ منٹ کے لیے کال کی تھی مگر بات صرف حال احوال تک ہی رہی تھی۔

"یعنی آج بہت کام کرنا پڑا۔" سالار نے اس کے دن کی تفصیل سن کر کہا۔

"کیا کام۔۔۔؟ میں نے کیا کیا۔۔۔؟ میں نے تو کچھ بھی نہیں کیا۔" امامہ نے اس کی بات پر کچھ حیران ہو کر اسے دیکھا۔

"جتنا بھی کیا ہے، بہت ہے۔"

"میں تمہاری لانڈری خود کر دیا کروں گی اگلے ہفتے سے۔" امامہ نے سالار کی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔

"اور پریس بھی کر دیا کروں گی۔"

"میں تمہیں کپڑے دھونے کے لیے نہیں لے کر آیا۔" سالار نے اس کی بات کاٹی۔

"مجھے پتا ہے لیکن میں فارغ ہوتی ہوں سارا دن اور پھر مجھے اپنے کپڑے بھی تو دھونے ہیں تو تمہارے بھی دھو سکتی ہوں۔"

"تم اپنے کپڑے بھی کیوں دھوؤ گی۔ لانڈری وین ہر ہفتے آتی ہے۔ تم اپنے بھی دے دیا کرو۔" سالار نے کھانا کھاتے کھاتے رک کر کہا۔

"پیسے ضائع ہوں گے۔" اس نے بے اختیار کہا۔

"کوئی بات نہیں۔" سالار نے اسی انداز میں کندھے اچکا کر کہا۔

امامہ نے اس کا چہرہ دیکھا۔

"اور میں سارا دن کیا کروں؟"

"وہی جو دوسری عورتیں کرتی ہیں۔ سویا کرو، ٹی وی دیکھو، فون پر دوستوں کے ساتھ گپ شپ لگاؤ۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میرے کوئی دوست نہیں ہیں۔" وہ یک دم سنجیدہ ہو گئی۔

سالار نے کچھ حیران ہو کر اس کا چہرہ دیکھا۔ "کوئی تو ہو گا۔۔۔؟"

"نہیں، کوئی بھی نہیں ہے۔"

"کیوں؟"

وہ کھانا کھاتے کھاتے کچھ سوچنے لگی تھی، پھر اس نے کہا۔

"کالج اور یونیورسٹی میں تو میں اتنی خوف زدہ رہتی تھی کہ کسی کو دوست بنانے کا خیال ہی نہیں آیا۔ دوستی ہوتی تو پھر سوال ہوتے۔۔۔ میرے بارے میں۔۔۔ فیملی کے بارے میں۔۔۔ پھر اگر کوئی گھر آتا اور ابو کی فیملی کو کوئی پہلے ہی سے جانتا ہوتا تو۔۔۔ یا سعیدہ اماں کو ہی۔۔۔ دوستی اس وقت بڑی مہنگی چیز تھی میرے لیے۔۔۔ میں افورڈ نہیں کر سکتی تھی۔۔۔ پھر آفس جاب میں کولیگز کے ساتھ تھوڑی بہت گپ شپ ہوتی تھی لیکن مجھے اکیلے رہنے کی اتنی عادت ہو گئی تھی کہ میں لوگوں کے ساتھ کبھی بھی کمفرٹیبل نہیں رہتی تھی۔ میں ان کے ساتھ گھوم پھر نہیں سکتی تھی۔۔۔ ان کے گھر نہیں جا سکتی تھی۔۔۔ اپنے گھر نہیں بلا سکتی تھی۔۔۔ کیسے دوستی ہوتی پھر۔۔۔ اسی لیے مجھے کتابیں پڑھنا اچھا لگتا تھا۔۔۔ پینٹ کرنا اچھا لگتا تھا۔"

"لوگوں سے میل جول ہونا چاہیے، دوست ہونے چاہئیں۔ پہلے کی بات اور تھی لیکن اب تمہیں تھوڑا

سوشلائز کرنا چاہیے۔ اب تمہارا گھر ہے، تم کولیگز کو انوائٹ کر دیا کم از کم ان سے فون پر ہی بات کر لیا کرو۔" وہ اسے بڑی سنجیدگی سے سمجھا رہا تھا۔

"تم خود سوشل ہو اس لیے کہہ رہے ہو۔" امامہ نے جواباً کہا۔

"ہاں، میری جاب کی ضرورت ہے سوشل ہونا۔ ماہ رمضان کے بعد کچھ فنکشنز ہیں۔۔۔ ڈنر بھی ہیں کچھ۔۔۔ تمہیں ملواؤں گا کچھ دوستوں سے بھی۔۔۔ اچھا لگے گا تمہیں۔" وہ اس سے کہہ رہا تھا۔

"میں نے تمہارے ڈیسک پر دیکھے ہیں، افطار ڈنرز کے کارڈز۔ تم میری وجہ سے نہیں جا رہے؟" امامہ نے کہا۔

"نہیں، میں افطار پارٹیز یا ڈنرز میں نہیں جاتا۔" سالار نے سرسری انداز میں کہا۔

"کیوں؟" وہ حیران ہوئی۔

"کیونکہ میں سمجھتا ہوں یہ پارٹیز ماہ رمضان کی اسپرٹ کا مذاق اڑاتی ہیں۔ میں ماہ رمضان میں کسی کے گھر افطار پہ نہیں جاتا۔"

"لیکن تم فرقان کے گھر تو جاتے ہو۔" امامہ نے بے ساختہ کہا، وہ مسکرا دیا۔

وہ اس وقت بھی فرقان کے گھر سے آیا ہوا کھانا کھا رہے تھے۔

"میں فرقان کے گھر ماہ رمضان سے پہلے بھی کھانا کھاتا رہا ہوں اور اگر وہ مجھے افطار یا ڈنر کے لیے بلاتا ہے تو کھانے میں کوئی اہتمام نہیں کرتا۔ ہم وہی کھاتے ہیں جو اس کے گھر میں عام دنوں میں پکتا ہے لیکن عام دنوں میں اس کے گھر میں یہ نہیں پکتا۔" سالار نے ٹیبل پر پڑی تین چار چیزوں کی طرف اشارہ کیا۔

"پھر۔۔۔؟" وہ مزید حیران ہوئی۔

"یہ سارا اہتمام فرقان اور بھابھی تمہارے لیے کر رہے ہیں کیونکہ ہماری نئی نئی شادی ہوئی ہے تو تمہارے لیے سحری اور افطاری میں بھی اہتمام ہو رہا ہے، ورنہ تو ہم سادہ کھانا کھاتے ہیں۔ ماہ رمضان میں ہم لوگ اپنے کچن کے لیے گروسری پر عام مہینوں کی نسبت آدھا خرچا کرتے ہیں اور آدھے پیسوں سے ہم کسی اور فیملی کو پورے مہینے کا راشن منگوا دیتے ہیں۔ کھانا ٹھنڈا ہو رہا ہے تمہارا۔" سالار نے اسے متوجہ کیا، وہ خود کھانا ختم کر کے اب میٹھا کھا رہا تھا۔

یہ ڈاکٹر سبط علی کے گھر کی روایت تھی۔ ماہ رمضان میں ان کے گھر آنے والا راشن آدھا ہو جاتا تھا۔ گھر کے دو ملازموں کے ماہ رمضان کا راشن اس باقی راشن کی قیمت سے آتا تھا۔

"امامہ!" سالار نے پھر اسے کھانے کی طرف متوجہ کیا۔

وہ کھانا کھانے لگی۔ سالار میٹھا بھی ختم کر چکا تھا اور اب منتظر تھا کہ وہ کھانا ختم کر لے۔ وہ خود ساتھ ساتھ سیل پر مسلسل میسجز کرنے میں مصروف تھا۔ وہ کس حد تک بدل گیا تھا اور اس کے اندر آنے والی تبدیلی کس حد تک ڈاکٹر صاحب کی مرہون منت تھی اور کس حد تک اس کی اپنی سوچ کی، اندازہ لگانا مشکل تھا۔۔۔ وہ کھانا کھاتے ہوئے ہمیشہ اس کے کھانا شروع کرنے کا انتظار کرتا تھا۔ کھانا کھاتے ہوئے کچھ نہ کچھ اس کی پلیٹ میں ضرور رکھتا تھا اور اس کے کھانا ختم کرنے کے بعد ہی کھانے کی ٹیبل سے اٹھتا۔ وہ یہ باتیں نوٹس نہیں کرنا چاہتی تھی، لیکن وہ یہ نوٹس کیے بغیر بھی رہ نہیں سکتی تھی۔ وہ عجیب تھا۔ "عجیب؟" اس کے علاوہ کوئی دوسرا لفظ امامہ کے ذہن میں نہیں آیا۔

ڈنر کے بعد وہ رات کو کچن کا سودا سلف خریدنے کے لیے گئے تھے۔ امامہ نے اگر سالار کی یہ گفتگو نہ سنی ہوتی تو "یقیناً" وہ کچن کے لیے ایک لمبی چوڑی لسٹ بنائے بیٹھی تھی، لیکن اس نے خریداری کرتے ہوئے بہت احتیاط

Copied From Web
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

سے کام لیا۔ خریدی جانے والی زیادہ تر اشیا کنٹینرز اور جارز ہی تھے۔ کھانے پکانے کا سامان اس نے بہت کم خریدا تھا۔

آج انہوں نے ایک اور جگہ سے کافی پی تھی۔

"تمہارا وہ پرابلم حل ہو گیا؟" امامہ کو گاڑی میں اچانک یاد آیا۔

"کون سا پرابلم؟" سالار نے چونک کر اسے دیکھا۔

"وہ جس کی وجہ سے تم کل رات پریشان تھے۔" امامہ نے اسے یاد دلایا۔

وہ بے اختیار بڑبڑایا۔ "کاش ہو جاتا۔"

"یعنی نہیں ہوا۔" امامہ متفکر ہوئی۔

"ہو جائے گا۔" سالار نے عجیب سی مسکراہٹ کے ساتھ اس کا چہرہ دیکھا۔

"پرسوں میں کراچی جا رہا ہوں۔" سالار نے بات بدلی۔

"کتنے دن کے لیے؟" وہ چونکی۔

"صبح جاؤں گا اور رات کو آجاؤں گا۔ میں مہینے میں دو تین بار جاتا ہوں کراچی۔۔۔ تم چلو گی ساتھ۔۔۔؟" وہ ہنسا۔

امامہ نے حیرانی سے اسے دیکھا۔

"ایک دن کے لیے؟"

"ہاں۔۔۔"

"تم آفس کے کام سے جا رہے ہو' میں کیا کروں گی وہاں؟"

"تم انیتا کے ساتھ شاپنگ کے لیے چلی جانا' وہ تمہیں گھمائے پھرائے گی کراچی۔ کبھی گئی ہو پہلے وہاں؟" سالار پوچھ رہا تھا۔

"نہیں۔" وہ کچھ ایکسائیٹڈ ہونے لگی تھی۔ سمندر اسے پسند تھا اور زندگی میں پہلی بار اسے سمندر دیکھنے کا موقع مل رہا تھا۔

"انیتا سے ٹائی اپ کرتا ہوں پروگرام۔۔۔ میں آفس میں' تم میری بہن کے ساتھ بازاروں میں۔۔۔ ہم تو اسی طرح کا ہنی مون منا سکتے ہیں فی الحال۔" وہ اسے پھر چھیڑ رہا تھا۔

وہ ہنس پڑی۔۔۔ وہ اس سے کہہ نہیں سکی کہ جس زندگی کو وہ گزار کر آئی تھی' اس کے مقابلے میں یہ آزادی اسے جنت جیسی محسوس ہو رہی ہے۔

☼ ☼ ☼

"یہ کیا ہے؟"

وہ خریدا ہوا سودا سلف' جارز اور کنٹینرز میں ڈالنے میں مصروف تھی جب سالار اپنے اسٹڈی روم سے ایک لفافہ لے کر کچن ایریا میں آیا۔

"اس میں تمہاری چیک بک ہے۔" سالار نے اسے بتایا اور لفافہ کاؤنٹر پر رکھ کر چلا گیا۔

امامہ نے لفافہ کھول کر اندر موجود چیک بک نکالی۔ اس کے ساتھ ایک پے سلپ بھی نکل آئی۔ وہ تیس لاکھ کی تھی۔ امامہ کو لگا کہ اسے کچھ غلط فہمی ہوئی ہے۔ اس نے سلپ کو دوبارہ دیکھا۔ وہ واقعی تیس لاکھ ہی کی تھی۔ اس نے اس کے اکاؤنٹ میں تیس لاکھ کیوں جمع کروائے؟ یقیناً" اس سے کوئی غلطی ہو گئی تھی۔

وہ لفافہ پکڑے اسٹڈی روم میں آگئی۔ سالار اپنے کمپیوٹر پر کوئی کام کر رہا تھا۔

"سالار! تمہیں پتا ہے تم نے کتنا بڑا بلینڈر کیا ہے؟" امامہ نے اندر آتے ہوئے کہا۔

"کیسا بلینڈر؟" وہ چونکا۔

امامہ نے اس کے قریب آکر پے سلپ اس کے سامنے کی۔

"اسے دیکھو ذرا۔۔۔ یہ کیا ہے؟"

"پے سلپ ہے۔" سالار نے ایک نظر اس پر ڈالتے ہوئے دوبارہ ڈیسک ٹاپ پر نظر دوڑانا شروع کر دی۔

"کتنی رقم جمع کروائی ہے تم نے میرے اکاؤنٹ میں؟"

"تیس لاکھ۔" وہ حیران ہوئی۔

"ابھی کچھ رہتی ہے' سات لاکھ اور کچھ۔۔۔ چند ماہ میں وہ بھی دے دوں گا۔"

وہ کچھ ٹائپ کرتے ہوئے سرسری انداز میں کہہ رہا تھا۔

"لیکن کیوں دو گے مجھے۔۔۔؟ کس لیے؟" وہ حیران تھی۔

"تمہارا حق مہر ہے۔" سالار نے اسی انداز میں کہا۔

"میرا حق مہر دو لاکھ روپے ہے۔" امامہ کو لگا کہ شاید وہ بھول گیا ہے۔

"وہ آمنہ کا تھا' میں تمہیں زیادہ حق مہر دینا چاہتا ہوں۔" سالار نے کندھے اچکا کر کہا۔

"لیکن یہ تو بہت ہی زیادہ ہے سالار۔" وہ یک دم سنجیدہ ہوئی۔ "تم سے کس نے کہا ہے' مجھے اتنی رقم دو۔۔۔؟"

"تم نے خود مجھے لکھ کر دی تھی یہ رقم۔"

سالار نے اس بار مسکراتے ہوئے مانیٹر سے نظریں ہٹا کر اسے دیکھا۔

"میں نے کب۔۔۔" وہ کہتے کہتے رک گئی۔ "وہ فگر تم اس لیے لکھوا رہے تھے۔۔۔؟" اسے یاد آگیا۔

"ہاں۔" اس کی لاپروائی اب بھی برقرار تھی۔

"تم پاگل ہو۔" امامہ کو بے اختیار ہنسی آئی۔

"شاید۔" سالار نے بے ساختہ کہا۔

"اچھا' میں ایک ارب لکھ دیتی تو کیا کرتے؟" وہ اب طنز کر رہی تھی۔

"تو ایک ارب بھی دے دیتا۔" کیا فیاضی تھی۔

"کہاں سے دیتے۔۔۔؟ فراڈ کرتے؟" وہ بے ساختہ ناراض ہوئی۔

"کیوں کرتا۔۔۔؟۔۔۔ کما کر دیتا۔" سالار نے اس کی بات کا برا مانا۔

"ساری عمر کماتے ہی رہتے پھر؟"

"اچھا ہوتا' ساری عمر تمہارا قرض دار رہتا۔ واقعی اچھا ہوتا' تو ایک ارب چاہیے کیا۔۔۔؟"

وہ تیکھی مسکراہٹ کے ساتھ کہہ رہا تھا۔ امامہ کو کئی سال پہلے والے سالار کی جھلک نظر آئی۔

"کیوں دے رہے ہو؟" اس نے سنجیدگی سے کچھ دیر اسے دیکھ کر کہا۔

"بیوی ہو تم' اس لیے۔"

"اتنے پیسے کہاں سے آئے تمہارے پاس؟"

"امامہ! میری سیونگز ہیں یہ۔" سالار نے بے حد تحمل سے کہا۔

"سیونگز ہیں تو مجھے کیوں دے رہے ہو؟" وہ کچھ خفا ہوئی۔

"میرا دل چاہتا ہے میں تمہیں دوں۔ اگر یہ پوری دنیا میری ہوتی تو میں یہ ساری دنیا تمہیں دے دیتا۔ میں کما رہا

Copied From Web
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

ہوں اور روپیہ آجائے گا میرے پاس۔ مجھے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔۔۔" کیا شاہانہ انداز تھا۔

"لیکن اتنی زیادہ رقم۔" سالار نے اس کی بات کاٹی۔

"میں اتنی زیادہ رقم نہیں دینا چاہتا تھا لیکن تمہاری مرضی کا حق مہر دینا چاہتا تھا' اس لیے تم سے ایک فگر لکھنے کو کہا۔ تمہیں پتا ہے جو فگر تم نے لکھی تھی' اس دن میرے اکاؤنٹ میں ایگزیکٹ اتنی ہی اماؤنٹ تھی۔" وہ اب رقم دہراتے ہوئے ہنس رہا تھا۔

"اب اس کو تم کیا کہو گی اتفاق۔۔۔؟ مجھے اتفاق نہیں لگا' مجھے لگا وہ رقم میرے پاس تمہاری امانت تھی۔۔۔ یا حق تھا۔۔۔ اس لیے تمہیں دے رہا ہوں۔ تمیں لاکھ دیا ہے کچھ رقم کا ادھار کرلیا ہے تم سے۔۔۔ ورنہ اگلے دو تین ماہ ادھر ادھر سے مانگ رہا ہوتا۔ اس لیے تم آرام سے رکھو یہ پیسے' مجھے اگر کبھی ضرورت ہوئی تو تم سے مانگ لوں گا۔ اب میں تھوڑا سا کام کرلوں؟"

امامہ نے کچھ نہیں کہا تھا' وہ دروازہ بند کرکے باہر نکل آئی۔ ڈائننگ ٹیبل کی کرسی پر بیٹھ کر وہ ایک بار پھر اس پے سلپ کو دیکھنے لگی۔ وہ اس شخص کو کبھی نہیں سمجھ سکتی تھی۔ کبھی نہیں۔۔۔ وہ لاابالی نہیں تھا۔۔۔ کم از کم اتنے دن میں اسے یہ احساس نہیں ہوا تھا۔۔۔ لیکن وہ سمجھ دار بھی نہیں تھا۔۔۔ کم از کم وہ پے سلپ اسے یہی بتا رہی تھی ۔۔۔ وہ اگر اسے خوش کرنا چاہتا تھا۔۔۔ تو وہ نہیں ہوئی تھی۔۔۔ احسان مند دیکھنا چاہتا تھا تو ہاں' اس کے کندھے جھکنے لگے تھے۔۔۔ ایسی چاہ اس نے زندگی میں کسی اور شخص سے چاہی تھی۔۔۔ ایسی نوازشات کی طلب اسے کہیں اور سے تھی۔۔۔ اس کے وجود کو گیلی لکڑی وہ پیسہ نہیں بنا رہا تھا' بلکہ وہ فیاضی بنا رہی تھی جو وہ دکھا رہا تھا۔ وہ اس سے برابری چاہ رہی تھی۔۔۔ برابر نہیں ہو پا رہی تھی۔۔۔ اس شخص کا قد لمبا نہیں ہو رہا تھا' بلکہ اس کا اپنا ہی وجود سکڑنے لگا تھا۔

☼ ☼ ☼

"امامہ! ہم کل صبح کے بجائے' آج شام کو جا رہے ہیں۔ رات کراچی میں رکیں گے اور پھر کل رات کو ہی واپس آجائیں گے۔ سات بجے کی فلائٹ ہے۔ میں شام ساڑھے پانچ بجے تمہیں پک کروں گا' تم پیکنگ کرلو۔"

اس نے بارہ بجے کے قریب فون کرکے آفس سے کراچی کا نیا پروگرام بتایا تھا۔ وہ یک دم نروس ہونے لگی۔ اتنی جلدی پیکنگ' ٹھیک ہے وہ ایک رات کے لیے جا رہے تھے۔ پھر بھی۔۔۔ وہ اب اسے اپنے ان کپڑوں کے بارے میں بتا رہا تھا جو وہ ساتھ لے کر جانا چاہتا تھا۔ وہ پیکنگ کرتے ہوئے بے حد بولائی ہوئی تھی۔

وہ ساڑھے پانچ بجے وہاں موجود تھا۔ وہ جانتی تھی کہ اس نے گاڑی میں روزہ افطار کرلیا ہوگا' لیکن پھر بھی وہ ایک باکس میں اس کے لیے کھانے کی چند چیزیں اور جوس لے کر آئی تھی۔ ایئرپورٹ تک کی ڈرائیو میں وہ دونوں باتیں کرتے ہوئے ساتھ وہ چیزیں بھی کھاتے رہے۔

وہ ساڑھے چھ بجے ایئرپورٹ پر پہنچے' بورڈنگ شروع ہوچکی تھی۔ وہ فرسٹ کلاس سے سفر کر رہے تھے۔ اسی لیے ٹریفک کی وجہ سے کچھ لیٹ ہونے کے باوجود سالار مطمئن تھا۔

ایگزیکٹو لاؤنج سے جہاز میں سوار ہوتے ہوئے سالار کی فرسٹ کلاس کے کچھ اور پسنجرز سے سلام دعا ہوئی۔ چند ایک سے اس نے امامہ کا بھی تعارف کروایا۔ وہ سب کارپوریٹ سیکٹر سے تعلق رکھتے تھے یا پھر سالار کے کسٹمرز تھے۔

جہاز کے ٹیک آف کے چند منٹوں کے بعد کسی دوسری کمپنی کا کوئی ایگزیکٹو' سالار سے کوئی معاملہ ڈسکس کرنے کے لیے اس کے پاس آیا۔ چند لمحے اس سے باتیں کرنے کے بعد سالار اس سے معذرت کرکے اس

ایگزیکٹو کے ساتھ اس کی سیٹ پر چلا گیا۔ وہ کچھ دیر اس کے انتظار میں بیٹھی رہی' پھر کچھ بور ہو کر اس نے ایک میگزین اٹھا لیا۔

سالار کی واپسی لینڈنگ کے اعلان کے پانچ منٹ بعد ہوئی۔ وہ "سوری" کہتا ہوا اس کے پاس بیٹھ کر سیٹ بیلٹ باندھنے لگا۔

"تم بور تو نہیں ہوئیں؟"

"نہیں۔۔۔ مجھے تو بہت مزہ آرہا تھا۔" اس نے بے حد خفگی سے جواب دیا۔

اس نے میگزین سے نظریں نہیں ہٹائیں۔ سالار نے بڑے آرام سے اس کے ہاتھ سے میگزین لے کر پاس سے گزرتی ایئرہوسٹس کو تھما دیا۔ وہ شکریہ ادا کرتے ہوئے چلی گئی۔

"یہ بدتمیزی ہے۔" امامہ نے اس کے جانے کے بعد کچھ دبی ہوئی آواز میں احتجاج کیا۔

"ہاں۔۔۔ ہے تو سہی' لیکن تم مجھے دیکھ نہیں رہی تھیں۔" اس نے اطمینان اور ڈھٹائی کے ساتھ کہا۔ امامہ کی سمجھ میں نہیں آیا وہ اس سے خفا ہو یا ہنسے۔

"جتنی باتیں تم ان لوگوں سے کر رہے تھے' تم نے مجھ سے کبھی نہیں کیں۔"

وہ اس کے شکوے پر ہنسا۔ "بینک کے کسٹمرز ہیں۔ یہ ان باتوں کے پیسے دیتے ہیں۔"

اس نے کچھ ملامت بھری نظروں سے سالار کو دیکھا۔ "تم کتنے materialistic(مادہ پرست) ہو۔"

"ہاں' وہ تو ہوں۔" اس نے آرام سے جواب دیا۔

"میں بھی دے سکتی ہوں تمہیں پیسے۔" وہ اس کے جملے پر چونکا۔

"ارے' میں تو بھول ہی گیا تھا' فی الحال تو تم مجھ سے زیادہ امیر ہو۔ میرے بینک کی کسٹمر بھی ہو اور میں تمہارا قرض دار بھی ہوں' تو تم سے باتیں کرنا تو فرض ہے میرا۔" وہ مسکراتے ہوئے بولا۔

"بینکرز۔۔۔" وہ کچھ کہنے لگی تھی۔ سالار نے بے اختیار اپنا ہاتھ اس کے ہونٹوں پر رکھتے ہوئے اسے روکا اور کہا۔

"میں اپنا ٹرپ خراب نہیں کرنا چاہتا امامہ۔۔۔! تم سے واپسی پر سنوں گا کہ بینکرز کیسے ہوتے ہیں۔" اس نے یک دم کچھ سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا۔

امامہ نے حیرانی سے اسے دیکھا۔ اس میں سنجیدہ ہونے والی کیا بات تھی' اس نے سوچا۔ ایئرپورٹ پر ہوٹل کی گاڑی نے انہیں پک کیا تھا۔

"میں نے سوچا تھا کہ ہم انیتا کے گھر پر ٹھہریں گے۔" امامہ نے گاڑی میں بیٹھتے ہوئے کہا۔

"میں کبھی انیتا کے گھر نہیں ٹھہرا' میں ہوٹل میں رہتا ہوں۔" سالار نے اسے بتایا۔ "کراچی اکثر آتا جاتا ہوں میں۔" وہ کھڑکی سے باہر دیکھتے ہوئے اس سے کہہ رہا تھا۔ "بعض دفعہ تو یہاں آکر انیتا سے بات تک نہیں ہو پاتی۔"

امامہ نے اس کا چہرہ دیکھا لیکن کچھ کہا نہیں۔ وہ مسلسل سیل پر کچھ میسجز کرنے میں مصروف تھا۔ وہ ساتھ ساتھ اسے سڑک کے دونوں اطراف آنے والے علاقوں کے بارے میں بھی بتا رہا تھا۔

"پھر مجھے تمہارے ساتھ نہیں آنا چاہیے تھا۔ میری وجہ سے۔۔۔"

سالار نے اس کے اچانک اس طرح کہنے پر اسے ٹوکا۔

"تمہیں ساتھ لے کر آنا مجھے اچھا لگ رہا ہے اور تمہیں انیتا کی فیملی سے ملوانے کے لیے یہاں لے کر تو آنا ہی تھا مجھے۔" امامہ نے اس کا چہرہ غور سے پڑھنے کی کوشش کی۔

Copied From

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN

"سچ کہہ رہا ہوں۔" اس نے امامہ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے کہا۔ "تمہیں میرے ساتھ آنا اچھا نہیں لگا؟" سالار نے یک دم اس سے پوچھا' وہ مسکرا دی۔

"آپ اپنی وائف کے ساتھ پہلی بار یہاں ٹھہر رہے ہیں۔"

ہوٹل میں چیک ان کرتے ہوئے ریسپشن پر موجود لڑکے نے مسکراتے ہوئے سالار سے کہا۔

اس فائیو اسٹار ہوٹل کے چند کمرے مستقل طور پر سالار کے بینک نے بک کیے ہوئے تھے اور ان کمروں میں باقاعدگی سے ٹھہرنے والوں میں سے ایک وہ بھی تھا' لیکن آج وہ پہلی بار اس کی بیوی کو دیکھ رہے تھے۔

سالار نے مسکراتے ہوئے سر ہلایا اور سائن کرنے لگا۔ وہ لڑکا اب امامہ سے کچھ خوشگوار جملوں کا تبادلہ کر رہا تھا۔ جیسے کوئی آہستہ آہستہ اس کے گرد موجود ساری سلاخیں گرا رہا ہو۔ وہ باہر کی اس دنیا سے مسحور ہو رہی تھی' جس سے وہ سالار کی وجہ سے متعارف ہوئی تھی۔

بیچ لگژری پر انیتا اور اس کی فیملی نے ان کے لیے ڈنر ارینج کر رکھا تھا۔ وہ لوگ آدھے گھنٹے میں تیار ہونے کے بعد تقریباً" ساڑھے گیارہ بجے وہاں پہنچے۔ انیتا اور اس کے شوہر کے علاوہ اس کے سسرال کے بھی کچھ لوگ وہاں موجود تھے۔ یہ سالار اور اس کی بیوی کے لیے ایک فیملی ڈنر تھا۔ اس کا استقبال بڑی گرم جوشی سے کیا گیا۔ اس کی گھبراہٹ ابتدائی چند منٹوں کے بعد ختم ہونا شروع ہو گئی۔ وہ کافی لبرل فیملی تھی اور ان دونوں کی شادی کے حوالے سے ہونے والی رسمی گفتگو کے بعد گفتگو کے موضوعات بدل گئے تھے۔ امامہ چیف گیسٹ تھی لیکن وہاں کسی نے اسے ٹیلی سکوپ کے نیچے نہیں رکھا تھا اور اس چیز نے امامہ کے اعتماد میں اضافہ کیا۔ کھانا ابھی سرو نہیں ہوا تھا۔ وہ ڈرنکس لیتے ہوئے گپ شپ کر رہے تھے۔ امامہ گفتگو میں ایک مسکراتے ہوئے خاموش سامع کا رول ادا کر رہی تھی۔ اس کی زیادہ توجہ بیچ لگژری ویو کے گرد نظر آنے والے سمندر اور شہر کی روشنیوں پر تھی۔ وہ لوگ اوپن ایریا میں تھے۔ کراچی میں لاہور جیسی سردی نہیں تھی لیکن یہاں اسے سردی محسوس ہو رہی تھی۔ سالار نے آنے سے پہلے اسے گرم شال لینے کا نہ کہا ہوتا تو یقیناً" اس وقت اس کے دانت بج رہے ہوتے۔ وہاں موجود تمام خواتین سویٹرز کے بجائے اسی طرح کی شالیں اپنے کندھوں پر ڈالے ہوئے تھیں۔

"سالار! میں وہاں آگے جا کر نیچے سمندر دیکھنا چاہتی ہوں۔" اس نے ساتھ بیٹھے ہوئے سالار کی طرف جھکتے ہوئے مدھم آواز میں سرگوشی کی۔

"تو جاؤ۔" سالار نے اطمینان سے کہا۔

"میں کیسے جاؤں... ؟ اس طرح اکیلے... تم ساتھ آؤ میرے۔" اس نے اس کے مشورے پر جز بز ہوتے ہوئے کہا۔

"نہیں' تم خود جاؤ... دیکھو... اور بھی لوگ کھڑے ہیں' تم بھی جا کر دیکھ آؤ۔" سالار نے اس سے کہا۔ وہ اب اس کی گود میں پڑا بیگ اٹھا کر نیچے زمین پر رکھتے ہوئے بلند آواز میں اس سے کہہ رہا تھا۔

امامہ نے کچھ جھجکتے ہوئے اس لمبی ٹیبل کے گرد موجود افراد پر نظر ڈالی' وہ سب گفتگو میں مصروف تھے۔ ان میں سے کوئی بھی ان کی طرف متوجہ نہیں تھا۔ وہ کچھ ہمت پاتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی۔ اس کے بائیں طرف بیٹھی انیتا اس کی طرف متوجہ ہوئی۔

"وہاں سے جا کر دیکھو' وہاں سے زیادہ اچھا ویو ہے۔" انیتا نے اشارے سے اسے گائیڈ کیا۔ امامہ نے سر ہلایا۔

وہاں اس وقت ان کے علاوہ اور بھی کچھ فیملیز موجود تھیں اور سالار ٹھیک کہہ رہا تھا۔ کوئی نہ کوئی وقتاً" فوقتاً" اٹھ کر اسی طرح اس عرشہ نما جگہ کے کنارے کھڑے ہو کر سمندر کو دیکھنے لگتا۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے نروس تھی لیکن پھر وہ نارمل ہونا شروع ہو گئی۔

سالار وہیں بیٹھا کولڈ ڈرنک پیتے اسے جاتے ہوئے دیکھتا رہا۔ امامہ نے دوبارہ پلٹ کر کچھ نروس ہو کر اسے دیکھا تھا۔ وہ دونوں بار مسکرا دیا۔ یہ نو سال پہلے کی وہ پر اعتماد لڑکی نہیں تھی جو آدھی رات کو اپنے گھر کی دیوار کود کر اس کے کمرے میں آگئی تھی۔ اس سے شادی کی تھی' پھر گھر سے چلی گئی تھی۔

وہ وسیم کی اس بہن کے بارے میں وسیم سے بہت کچھ سن چکا تھا' لیکن پچھلے دس دنوں سے وہ جس لڑکی کو دیکھ رہا تھا' یہ وہ لڑکی نہیں تھی۔ وقت نے جتنی توڑ پھوڑ اس کی زندگی میں پیدا کی تھی اس سے زیادہ توڑ پھوڑ اس نے عرشے کی طرف جاتی ہوئی اس لڑکی کی زندگی میں پیدا کی تھی۔ اس کی انداز اطوار ہی تبدیل ہو گئے تھے۔ نو سال اگر کسی شخص کو اس کے گھر والوں سے الگ کر دیا جائے خوف اور دباؤ کے ساتھ چند جگہوں تک محدود کر کے باقی دنیا سے کاٹ دیا جائے تو وہ کس حد تک کنفیوزڈ' ڈبل مائنڈڈ' غیر محفوظ اور ڈیپینڈنٹ ہو سکتا ہے۔ وہ اس کا عملی مظاہرہ امامہ کی اس حالت میں دیکھ رہا تھا اور یہ چیز اسے تکلیف پہنچا رہی تھی۔ وہ کم از کم اسے اس حالت میں نہیں دیکھنا چاہتا تھا۔

"سالار... سالار..." وہ انیتا کی آواز پر بے اختیار چونکا۔

اس نے پوری قوت سے اس کے کندھے پر ہاتھ مارا تھا۔

"یا تو اسے وہاں بھیجتے نہ' اب بھیج ہی دیا ہے تو دو چار منٹوں کے لیے کسی اور چیز کو بھی دیکھ لو۔" وہ اب اسے ڈانٹ رہی تھی۔ وہ مسکرا کر سیدھا ہو گیا۔ اس کا بہنوئی غفران اس سے کچھ پوچھ رہا تھا۔

ہوا امامہ کے بالوں کو بکھیر رہی تھی۔ وہ انہیں بار بار کانوں کے پیچھے کر کے سنبھالنے کی کوشش کر رہی تھی لیکن انہیں کھلا چھوڑ کر آنے پر پچھتا بھی رہی تھی۔ اس تیز ہوا میں وہ شیفون کے دوپٹے کو سر پر ٹکانے کی کوشش چھوڑ چکی تھی' ہاں وہ پشمینہ شال اس کی مہین شیفون کی قمیص کو اڑنے سے تو روک نہیں پا رہی تھی لیکن اس کے جسم کو اچھی طرح ڈھانپے رکھنے میں موثر تھی۔ وہ کئی سالوں میں آج پہلی بار کسی پبلک پلیس پر سر ڈھانپے بغیر کھڑی تھی۔ اسے بے حد عجیب لگ رہا تھا۔ اگر وہ سالار کے ساتھ نہ ہوتی تو کبھی بھی ایسی حالت میں کسی کھلی جگہ پر کھڑے ہونے کا تصور بھی نہیں کر سکتی تھی۔ دس دن پہلے تک تو وہ گھر سے باہر نکلتے ہوئے اپنا چہرہ بھی چھپاتی تھی۔ وہ واحد گیٹ اپ تھا جس میں وہ خود کو بے حد محفوظ سمجھتی تھی۔ سالار سے شادی کے بعد اس نے چہرہ چھپانا چھوڑ دیا تھا اور اب اس کے ساتھ خود کو محفوظ سمجھتی تھی۔

تاریک سمندر میں نظر آتی روشنیوں کے عکس کو دیکھتے ہوئے اس نے ایک بار پھر گردن کے گرد لپٹے دوپٹے کو سر پر لینے کی کوشش شروع کی۔ یہاں اس کوشش کو نوٹس کرنے والا کوئی نہیں تھا۔ یہ کام اس ہوا میں شال' دوپٹے اور کھلے بالوں کے ساتھ آسان نہیں تھا۔

"میں بال سمیٹ دوں تمہارے؟" وہ جیسے کرنٹ کھا کر پلٹی پھر جیسے اطمینان کا سانس لیا۔

"تم نے تو مجھے ڈرا ہی دیا۔" اس نے سالار کو اپنے عقب میں دیکھ کر بے اختیار کہا۔ وہ کس وقت آیا تھا' اسے پتا ہی نہیں چلا تھا۔

"تم میرا دوپٹا پکڑو گے؟" اس نے سالار کی اوٹ میں آتے ہوئے اپنا دوپٹا اسے پکڑا دیا۔ وہ اب وہاں کھڑی دوسروں کو نظر نہیں آ رہی تھی۔

"تمہیں مجھ کو بتانا چاہیے تھا کہ یہاں اتنی تیز ہوا ہو گی' میں بال تو کھلے چھوڑ کر نہ آتی۔" وہ اپنے بالوں کو ڈھیلے جوڑے کی شکل میں لپیٹتے ہوئے اس سے شکایتی انداز میں کہہ رہی تھی۔ وہ اس کا چہرہ دیکھتا رہا۔ وہ اب اپنی شال اتار کر اسے دیتے ہوئے' دوپٹا اس سے لے رہی تھی۔

"یہ کون سا گھر ہے؟" وہ دوپٹے کو اپنے سر اور گردن کے گرد لپیٹتے ہوئے اس کے سوال پر ٹھٹکی۔

Copied From Web
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

"کرمزن۔۔۔ کیوں؟"

سالار نے شال اس کے کندھوں کے گرد لپیٹتے ہوئے کہا۔ "میں تمہیں بتانا چاہتا تھا' تم اس کلر میں بہت اچھی لگتی ہو۔" اس نے اس کے بائیں گال کو اپنی انگلیوں کی پوروں سے بہت آہستہ سے چھوا تھا۔

امامہ کی آنکھوں میں حیرت امڈ آئی۔ اگلے لمحے سالار کو یہ طے کرنا مشکل ہو گیا کہ اس کا لباس زیادہ قرمزی تھا یا اس کا چہرہ' وہ بے اختیار گہرا سانس لے کر رہ گیا۔

"اب تم اتنی سی بات پر بھی یوں بلش ہوا کرو گی تو معاملہ جان لیوا ہو جائے گا۔ مار دو گی تم بڑی جلدی مجھے۔" وہ کھلکھلا کر ہنسی۔

وہ تقریباً" اڑھائی بجے واپس اپنے ہوٹل میں آئے تھے۔ امامہ کو اتنی نیند آ رہی تھی کہ اس نے جیولری اتار دی چہرہ بھی دھو لیا لیکن کپڑے تبدیل کیے بغیر سو گئی تھی۔

☼ ☼ ☼

سالار صبح کب آفس کے لیے نکلا' امامہ کو پتا ہی نہیں چلا۔ وہ تقریباً" دس بجے اٹھی۔ جب تک وہ اپنا سامان پیک کر کے تیار ہوئی' تب تک انیتا اسے لینے کے لیے آ چکی تھی۔

وہ لوگ تقریباً" ساڑھے گیارہ بجے ہوٹل سے چیک آؤٹ کر کے نکلے' اس کے بعد وہ انیتا کے ساتھ کراچی کے مختلف مالز میں گھومتی پھرتی رہی۔ انیتا نے اسے سالار کے دیے ہوئے کریڈٹ کارڈ کو استعمال کرنے ہی نہیں دیا۔ اس دن وہی اس کو شاپنگ کرواتی رہی۔

شاپنگ کے بعد انیتا اسے اپنے گھر لے گئی' اس نے وہاں افطار کیا۔ ساڑھے سات بجے وہ گھر سے ایئرپورٹ کے لیے نکلی اور اسی وقت سالار سے اس کی فون پر بات ہوئی۔ وہ بھی ایئرپورٹ کی طرف جا رہا تھا۔

وہ سالار کی نسبت جلدی ایئرپورٹ پہنچی۔ بورڈنگ ابھی شروع نہیں ہوئی تھی۔ ایگزیکٹو لاؤنج میں پہنچتے ہی ایک بار پھر وہ کسی نہ کسی سے ہیلو ہائے کرنے لگا۔ یہ وہ فلائٹ تھی جس سے وہ عام طور پر کراچی سے واپس آیا کرتا تھا اور اس کی طرح باقی لوگ بھی ریگولر ٹریولر تھے لیکن وہ اس وقت اتنی خوش تھی کہ اس نے سالار کی توجہ کسی اور طرف ہونے پر بھی اعتراض نہیں کیا۔

وہ خوش تھی' یہ اس کے چہرے پر لکھا تھا اور سالار کو اس کی یہ خوشی حیران کر رہی تھی۔

"یہ تمہارا کریڈٹ کارڈ اور پیسے۔"

اس نے لاؤنج میں بیٹھنے کے کچھ دیر بعد ہی اپنے بیگ سے دونوں چیزیں نکال کر سالار کو تھما دیں۔

"انیتا نے مجھے بل پے کرنے نہیں دیے۔ اسی نے سارے بلز دیے ہیں۔ تم اسے پے کر دینا۔" امامہ نے اسے بتایا۔

"کیوں۔۔۔؟ کوئی بات نہیں اگر اس نے پے کیے ہیں۔۔۔ اسے ہی کرنے چاہیے تھے۔"

سالار نے کریڈٹ کارڈ اپنے والٹ میں رکھتے ہوئے کہا۔ ہاتھ میں پکڑے ہوئے پیسے اس نے واپس امامہ کے بیگ میں ڈال دیے تھے۔

"لیکن ہم نے تو اسے یا اس کی فیملی کو کچھ بھی۔۔۔"

سالار نے اس کی بات کاٹی۔ "تم نیکسٹ ٹائم آؤ گی تو لے آنا کچھ اس کے لیے۔۔۔ وہ چار ہفتے تک وہ ویسے بھی اپنے نئے گھر میں شفٹ ہو رہی ہے۔ تو تمہیں اچھا لگا کراچی آ کر۔۔۔؟" سالار نے موضوع بدلا۔

امامہ کا چہرہ ایک بار پھر چمکنے لگا۔۔۔ وہ اسے ان جگہوں کے بارے میں بتا رہی تھی جہاں وہ انیتا کے ساتھ گئی تھی۔

سالار مسکراتے ہوئے اسے سنتا رہا۔ وہ بچوں جیسے جوش و خروش کے ساتھ اپنی شاپنگ کی تفصیل بتا رہی تھی۔

"میں نے ابو' آنٹی اور سعیدہ اماں کے لیے بھی کچھ گفٹس لیے ہیں۔" وہ بتا رہی تھی۔

"اچھا!" سالار نے دلچسپی لی لیکن گفٹس کی نوعیت نہیں پوچھی۔

"فرقان بھائی کی فیملی۔ اور تمہارے پیرنٹس کے لیے بھی۔"

"امامہ! صرف میرے پیرنٹس نہیں ہیں وہ' تمہارا بھی کوئی رشتہ ہے ان سے۔" سالار نے اعتراض کیا۔

وہ اب بھی اس کے ماں باپ کا ذکر اسی طرح کرتی تھی۔ اس وقت یک دم امامہ کو احساس ہوا کہ اس نے سالار کے لیے کچھ بھی نہیں خریدا۔ یہ بھول تھی یا لاپروائی' لیکن اسے شاپنگ کے دوران سالار کا خیال تک نہیں آیا۔ اسے بے حد ندامت ہوئی۔

"کیا ہوا؟" سالار نے اسے خاموش دیکھ کر پوچھا۔

وہ کچھ دیر خاموش رہی پھر اس نے کچھ شرمندگی سے کہا۔

"سالار! مجھے تمہارے لیے کچھ خریدنا یاد نہیں رہا۔"

"کوئی بات نہیں' تم نے اپنے لیے شاپنگ کی ہے تو سمجھو' تم نے میرے لیے ہی خریدا ہے۔" سالار نے اسی مسکراہٹ کے ساتھ اس کا کندھا تھپک کر جیسے تسلی دی۔

"پھر بھی مجھے تمہارے لیے کچھ لینا چاہیے تھا۔" امامہ مطمئن نہیں ہوئی۔ "لیکن مجھے تمہارا خیال ہی نہیں آیا۔"

اس کا محبوب ظالم تھا' وہ جانتا تھا۔ "کوئی بات نہیں' جب خیال نہیں آیا تو کیسا تحفہ۔۔۔؟ تحفہ تو ان کو دیا جاتا ہے جن کا خیال آتا ہو۔" سالار کے لہجے میں گلہ نہیں تھا لیکن امامہ کو گلہ لگا۔ وہ نادم سی ہو کر خاموش بیٹھ گئی۔

"اور کیا کیا لیا؟" اس کی ندامت محسوس کرتے ہوئے سالار نے دوبارہ اس سے بات شروع کی۔

"مجھے انیتا اچھی لگی ہے۔" امامہ نے اس کا سوال نظر انداز کیا۔

"چلو اچھا ہے' کوئی تو اچھا لگا تمہیں۔ میں نہ سہی' میری بہن ہی سہی۔"

امامہ نے حیرانی سے اس کا چہرہ دیکھا سالار کی آنکھوں میں مسکراہٹ تھی' وہ سنجیدہ نہیں تھا۔ وہ مطمئن ہو گئی۔

"اور پتا ہے میں نے کیا کیا لیا ہے؟" وہ پھر بولنے لگی۔

سالار بے اختیار مسکرایا۔ اگر اسے اس سے اپنے لیے کسی اظہار کی توقع تھی' تو غلط تھی۔

☼ ☼ ☼

اگلے دو دن امامہ بہت اچھے موڈ میں رہی' اسے ہر بات پر کراچی یاد آ جاتا۔ اس کی یہ خوشی سالار کو حیران کرتی رہی۔ اس کا خیال تھا اسے وہ شہر پسند آیا ہے لیکن اسے یہ اندازہ نہیں ہوا کہ بات شہر کی نہیں تھی' وہ اگر امامہ کو نواب شاہ بھی لے جاتا تو بھی وہ اسی ٹرانس میں واپس آتی۔ وہ کھلی فضا میں سانس لینے کے قابل ہو رہی تھی اور ایک لمبے عرصے کے بعد گھٹی ہوئی سانسوں کے ساتھ جینے کے بعد کچھ دیر تک تو انسان ایسے ہی گہرے سانس لیتا ہے' جیسے وہ لے رہی تھی۔

اگلے دن وہ لوگ ڈاکٹر صاحب کے پاس گئے۔ وہ سالار کے ساتھ خوش تھی' یہ بات اس کے چہرے پر لکھی ہوئی تھی البتہ سعیدہ اماں نے پھر بھی کچھ احتیاطی تدابیر کے تحت سالار کو سامنے والوں کے لڑکے کی آمنہ کے لیے دیوانہ وار محبت کا ایک اور قصہ سنانا ضروری سمجھا' جسے سالار نے بے حد تحمل سے سنا۔ اس بار امامہ نے دوران گفتگو سعیدہ اماں کو ٹوکنے کی کوشش کی تھی لیکن وہ ناکام رہی' سعیدہ اماں کا خیال تھا' سالار کو ایک اچھا' تابع دار شوہر

WWW.PAKSOCIETY.COM
Copied From Web
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

بنانے کے لیے اس طرح کے لیکچرز ضروری ہیں۔ خاص طور پر اس صورت میں جب وہ ماضی میں کسی عورت کے ساتھ وابستہ رہ چکا ہو' امامہ کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اب وہ سعیدہ اماں کو اپنے اور سالار کے تعلق کے بارے میں کیسے بتائے' اسے خدشہ تھا کہ اس انکشاف کے بعد سعیدہ اماں خود اسی سے ہی ناراض نہ ہو جائیں۔ اسے فی الحال اس صورت حال سے نکلنے کا کوئی طریقہ سمجھ میں نہیں آرہا تھا۔

☼ ☼ ☼

"اسلام آباد جانا ضروری ہے؟"

وہ جمعہ کی رات ایک بار پھر سوچ میں پڑ گئی۔ ایسا نہیں تھا کہ وہ وہاں جانا نہیں چاہتی تھی' وہ جانا چاہتی تھی لیکن ساتھ ہی وہ ایک عجیب سے خوف کا شکار بھی تھی۔

"بہت زیادہ ضروری ہے۔" سالار بیڈ پر بیٹھا اپنے لیپ ٹاپ پر ای میل چیک کرنے میں مصروف تھا۔

"تمہیں کیا کام ہے وہاں۔۔۔؟" امامہ نے ہاتھ میں پکڑا ناول بند کرتے ہوئے کہا۔ وہ کہنی کے بل ٹیک لگائے اس کی طرف کروٹ لیتے ہوئے اسے دیکھنے لگی۔

"مجھے گاؤں جانا ہے۔" وہ اسکرین پر نظریں جمائے اپنا کام کرتے ہوئے بولا۔

"کون سے گاؤں۔۔۔؟" وہ چونکی۔

"اسلام آباد سے دو گھنٹے کی ڈرائیو پر ہے۔" اس نے نام بتاتے ہوئے کہا۔ "میں وہاں ایک اسکول اور چند دوسرے پروجیکٹس چلا رہا ہوں۔ اسکول کی بلڈنگ میں کچھ ایکس ٹینشن ہو رہی ہے' اسی کو دیکھنے جانا ہے مجھے۔ جانا تو لاسٹ ویک تھا لیکن جا نہیں سکا۔"

وہ الجھی نظروں سے اسے دیکھتی رہی۔ اس کی طویل خاموشی اور خود پر جمی نظروں کو محسوس کرتے ہوئے سالار نے اسے دیکھا۔ امامہ سے نظریں ملنے پر اس نے کہا۔

"تم ساتھ چلنا اور دیکھ لینا۔" وہ دوبارہ اسکرین کو دیکھنے لگا۔

"تم اکیلے چلے جاؤ۔" امامہ نے کہا۔

"میں تو تمہارے ساتھ ہی جاؤں گا۔" اس نے اصرار کیا۔

"ویسے بھی پاپا نے کہا ہے آنے کے لیے۔۔۔ ہاں' اگر تم گاؤں نہیں جانا چاہتیں تو مت جاؤ لیکن اسلام آباد تو چلنا ہے تمہیں۔" سالار نے جیسے قطعی انداز میں کہا۔

امامہ نے دوبارہ تکیے پر سر رکھتے ہوئے کچھ خفگی کے عالم میں ناول کھول لیا۔

"کیا اسٹوری ہے اس ناول کی؟"

سالار کو اس کے بگڑتے موڈ کا اندازہ ہو رہا تھا۔ امامہ نے جواب نہیں دیا۔

"ہیرو' ہیروئن کے کپڑوں کی زیادہ تعریف کرتا ہے اس میں یا خوب صورتی کی؟" وہ اب اسے چھیڑ رہا تھا۔

امامہ نے اسے نظرانداز کیا۔ یہ اتفاق تھا کہ جو صفحہ وہ پڑھ رہی تھی اس میں ہیرو' ہیروئن کی خوب صورتی ہی کی تعریف کر رہا تھا۔ امامہ کو ہنسی آگئی تھی۔ ناول سے اپنا چہرہ چھپاتے ہوئے اس نے دوسری طرف کروٹ لے لی۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ وہ اس کے تاثرات دیکھے۔ سالار نے اسے ہنستے ہوئے نہیں دیکھا' وہ اپنے کام میں مصروف تھا۔

☼ ☼ ☼

"خواتین و حضرات توجہ فرمایئے' ہم اسلام آباد انٹرنیشنل ایئرپورٹ پر لینڈ کر چکے ہیں۔ اس وقت یہاں شام کے

سات بج رہے ہیں اور یہاں کا درجہ حرارت۔۔۔"

جہاز کے کیبن عملہ میں سے کوئی انگلش کے بعد اب اردو میں رسمی الوداعی کلمات دہرا رہا تھا۔ جہاز ٹیکسی کرتے ہوئے ٹرمینل کے سامنے جا رہا تھا۔ بزنس کلاس کی ایک سیٹ پر بیٹھے سالار نے اپنا سیل فون آن کرتے ہوئے اپنی سیفٹی بیلٹ کھولی۔ امامہ کھڑکی سے باہر دیکھتے ہوئے گم صم تھی۔

"کہاں گم ہو؟" اس نے امامہ کا کندھا تھپکا۔

اس نے چونک کر اسے دیکھا اور پھر اپنی سیفٹی بیلٹ کھولنے لگی۔ سالار اب لگیج کمپارٹمنٹ سے اپنے بیگز نکال رہا تھا۔ ایک فلائٹ اسٹیورڈ نے اس کی مدد کی۔ دونوں کے درمیان چند خوشگوار جملوں کا تبادلہ ہوا۔

وہ اس فلائٹ پر آنے والے ریگولر پیسنجرز میں سے ایک تھا اور فلائٹ کا عملہ اسے پہچانتا تھا۔

جہاز کی سیڑھیوں کی طرف جانے سے پہلے سالار نے مڑ کر اس سے کہا۔

"تمہیں کوئی کوٹ وغیرہ لے کر آنا چاہیے تھا' سویٹر میں سردی لگے گی تمہیں۔"

"یہ تمہارا ہی نہیں' میرا بھی شہر ہے۔ میں پیدا ہوئی ہوں یہاں' بیس سال گزارے ہیں میں نے یہاں۔ مجھے پتا ہے کتنی سردی ہوتی ہے' یہ سویٹر کافی ہے۔" امامہ نے بڑے جتانے والے انداز میں اس سے کہا۔ وہ استہزائیہ انداز میں مسکرایا۔

جہاز کی سیڑھیوں سے باہر آتے ہی سرد ہوا کے پہلے جھونکے نے ہی اسے احساس دلا دیا کہ وہ ٹھیک کہہ رہا تھا۔ اسے اپنے دانت بجتے ہوئے محسوس ہوئے۔ سالار نے کچھ کہے بغیر اپنے بازو پر پڑی جیکٹ اس کی طرف بڑھائی۔ اس نے بڑی فرماں برداری سے کچھ نادم ہو کر جیکٹ پہن لی۔ اسلام آباد بدل گیا تھا۔ اس نے خجل ہو کر سوچا۔

ارائیول لاؤنج کی ایگزٹ کی طرف بڑھتے ہوئے سالار چند لمحوں کے لیے ٹھٹکا۔

"ایک بات میں تمہیں بتانا بھول گیا امامہ۔۔۔" اس نے بڑی معصومیت سے کہا۔

"کیا بات ہے؟" وہ مسکرائی۔

"پاپا کو یہ پتا نہیں ہے کہ ہم آج اسلام آباد آرہے ہیں۔" امامہ کے چہرے کی مسکراہٹ غائب ہو گئی۔

سالار نے اسے رکتے دیکھا تو وہ بھی رک گیا۔ وہ بے یقینی سے اسے دیکھ رہی تھی۔ سالار نے اپنے کندھے پر اس کے بیگ کی بیلٹ ٹھیک کی۔ شاید ٹائمنگ غلط ہو گئی' ٹیکسی میں بتانا زیادہ بہتر تھا اور اب اگر اس نے یہاں سے جانے سے انکار کر دیا تو۔۔۔ وہ دل ہی دل میں فکرمند ہوا۔

وہ پلکیں جھپکے بغیر اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھ رہی تھی۔ وہ بھی اسی طرح دیکھتا رہا۔ یہ ڈھٹائی تھی لیکن اب وہ اس کے علاوہ کر بھی کیا سکتا تھا۔ اس نے بالآخر امامہ کی آنکھوں کی بے یقینی کو غصے میں بدلتے دیکھا' پھر اس کا چہرہ سرخ ہونے لگا تھا۔ وہ مسلسل دو ہفتوں سے اسے سکندر عثمان کے اسلام آباد بلانے کا کہہ رہا تھا۔ یہ سکندر عثمان کا بلاوا نہ ہوتا تو وہ صرف سالار کے کہنے پر تو کبھی وہاں نہ جاتی اور اب وہ کہہ رہا تھا کہ وہ جھوٹ بول رہا تھا۔ سکندر عثمان کے نہ بلانے کے باوجود وہاں جانے کا کیا مطلب تھا' اس کا اندازہ وہ کر سکتی تھی اور اس وقت وہ بری طرح پریشان ہوئی تھی۔ ایک لمحے کے لیے تو اس کا دل چاہا تھا کہ وہ لاؤنج سے باہر نکلنے سے ہی انکار کر دے۔ اسے سالار پر شدید غصہ آرہا تھا۔

"سوری!" سالار نے اطمینان سے کہا۔

وہ چند لمحے مزید اسے دیکھتی رہی پھر اس نے اردگرد دیکھا' پھر سالار نے اسے جیکٹ اتارتے ہوئے دیکھا۔ وہ وہاں کھڑی بے بسی کے عالم میں اس سے زیادہ کچھ نہیں کر سکتی تھی۔ سالار کو اندازہ تھا کہ وہ یہی کر سکتی ہے۔ اس نے جیکٹ اتار کر تقریباً "پھینکنے والے انداز میں سالار کو دی۔

Copied From Web
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN

"تھینک یو۔" سالار نے جیکٹ سنبھالتے ہوئے کہا۔
اس نے شکر ادا کیا کہ جیکٹ اس نے اس کے منہ پر نہیں دے ماری۔ وہ اب بے حد غصے میں ایگزٹ ڈور کی طرف جا رہی تھی۔ سالار کو حیرت ہوئی اس نے اس سے اپنا بیگ کیوں نہیں لیا تھا۔ اصولی طور پر یہ اس کا دوسرا رد عمل ہونا چاہیے تھا۔
"میرا بیگ دو۔" ایگزٹ ڈور سے نکلنے سے پہلے ہی امامہ نے پلٹ کر تقریباً" غراتے ہوئے' اس سے کہا تھا۔
سالار نے آرام سے بیگ اسے پکڑا دیا۔
ٹیکسی میں بیٹھنے تک دونوں کے درمیان کوئی بات نہیں ہوئی۔ وہ پورا راستہ کھڑکی سے باہر دیکھتی رہی' سالار نے بھی اسے مخاطب کرنے کی کوشش نہیں کی۔ اس وقت غصے کو ٹھنڈا کرنے کے لیے اسے مخاطب نہ کرنا مناسب تھا۔ وہ اب گھر پر سکندر عثمان اور طیبہ کے رد عمل کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ اگلی بجلی ان پر گرنے والی تھی۔
گاڑی ان کے گھر کی بائی روڈ کا موڑ مڑ رہی تھی۔ امامہ کو اپنا پورا جسم سرد ہوتا ہوا محسوس ہوا۔ یہ سردی نہیں تھی' یہ خوف بھی نہیں تھا' یہ کچھ اور تھا۔ وہ نو سال کے بعد اپنے گھر کو' اس سڑک کو اور اس موڑ کو دیکھ رہی تھی۔ اس کے ہونٹ کپکپانے لگے تھے' آنکھیں بھیگنے لگی تھیں۔ سالار سے ساری ناراضی' سارا غصہ جیسے دھواں بن کر ہوا میں تحلیل ہو رہا تھا۔ خوشی تھی' کیا تھا جو وہ گاڑی کو اپنے گھر کی طرف بڑھتے دیکھ کر محسوس کر رہی تھی۔
اس کے گھر کا گیٹ سالار کے گھر کے گیٹ سے کچھ فاصلے پر تھا اور وہ صرف یہ اندازہ کر پائی تھی کہ گیٹ بند تھا' گھر کی بیرونی لائٹس آن تھیں۔
گاڑی کے ہارن پر گارڈ نے باہر دیکھا پھر اس نے گارڈ روم سے باہر نکل کر گیٹ کھول دیا۔ سالار تب تک اس کے ساتھ گاڑی سے نکل کر ڈگی سے بیگز نکال رہا تھا۔ امامہ نے اس بار اپنا بیگ خود تھامنے پر اصرار نہیں کیا تھا۔
گارڈ نے سامان لینے کی کوشش نہیں کی۔ سالار اپنا سامان خود اٹھانے کا عادی تھا لیکن اس نے سالار کے ساتھ آنے والی اس لڑکی کو بڑی حیرت اور دلچسپی سے دیکھا تھا' جو گیٹ سے گھر کے اندر آنے تک ان ہمسایوں کے گھر کو دیوانہ وار دیکھتی آ رہی تھی جن کے ساتھ سکندر عثمان کا میل ملاپ بند تھا۔
دھند کے باوجود امامہ نے گھر کی بالائی منزل کے کچھ بیڈ رومز کی کھڑکیوں سے آتی روشنی کو دیکھ لیا تھا۔ اس کے اپنے بیڈ روم میں بھی روشنی تھی۔ اب وہاں کوئی اور رہتا ہو گا۔۔۔ وسیم۔۔۔ یا سعد۔۔۔ یا اس کا کوئی بھتیجا یا بھتیجی۔۔۔ اس نے آنکھوں میں امڈتے سیلاب کو صاف کرتے ہوئے ان کھڑکیوں میں جیسے کسی سائے' کسی ہیولے کو ڈھونڈنے کی سعی کی۔
"اندر چلیں۔۔۔؟" اس نے اپنے بازو پر اس کے ہاتھ کی نرم گرفت محسوس کی۔ امامہ نے آنکھیں رگڑتے ہوئے سر ہلایا اور قدم آگے بڑھا دیے۔ وہ جانتا تھا کہ وہ رو رہی ہے لیکن اس نے اسے رونے سے روکا نہیں تھا' اس نے بس اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا تھا۔
سکندر عثمان اس وقت لاؤنج میں فون پر کسی دوست کے ساتھ خوش گپیاں کرتے ہوئے طیبہ کا انتظار کر رہے تھے جو اپنے بیڈ روم میں کوئی چیز لینے کے لیے گئی تھیں۔ اگر سکندر کو آفس سے آنے میں دیر نہ ہو گئی ہوتی تو' وہ دونوں اس وقت کسی افطار ڈنر میں جا چکے ہوتے۔
لاؤنج میں سالار اور امامہ کا سامنا سب سے پہلے انہیں سے ہوا تھا۔ کسی بھوت کو دیکھ کر سکندر عثمان کا وہ حال نہ ہوتا' جو اس وقت ان دونوں کو دیکھ کر ان کا ہوا تھا۔ وہ فون پر بات کرنا بھول گئے تھے۔
"جبار! میں بعد میں فون کرتا ہوں تمہیں۔" انہوں نے کھڑے ہوتے ہوئے اپنے دوست سے کہا اور سیل بند

کر دیا۔ غصہ بے حد معمولی لفظ تھا جو انہوں نے اس وقت سالار کے لیے محسوس کیا۔ وہ لاہور میں اس الو کے پٹھے کو نہ صرف اسلام آباد امامہ کے ساتھ نہ آنے کی تاکید کر کے آئے تھے' بلکہ پچھلے کئی دن سے مسلسل فون پر ہر بار بات کرنے کے دوران یہ بات دہرانا نہیں بھولے اور وہ ہر بار فرماں برداری سے "اوکے" کہتا رہا۔ نہ یہ فرماں برداری ان سے ہضم ہوئی تھی' نہ اتنا سیدھا اوکے۔ ان کی چھٹی حس اس کے بارے میں سگنل دے رہی تھی۔ وہ پچھلے کئی سالوں میں بہت بدل گیا تھا' بے حد فرماں بردار ہو گیا تھا۔ ان کے سامنے سر جھکائے بیٹھا رہتا تھا' بہت کم ان کی کسی بات سے اختلاف کرتا یا اعتراض کرتا لیکن وہ "سالار سکندر" تھا' ان کی وہ "چوتھی اولاد" جس کے بارے میں وہ سوتے میں بھی محتاط رہتے تھے۔
صرف سالار ہی نے نہیں' بلکہ امامہ نے بھی سکندر عثمان کے چہرے کے بدلتے ہوئے تاثرات کو دور ہی سے بھانپ لیا تھا۔
"ڈونٹ وری۔۔۔ پاپا مجھے کچھ ذلیل کریں گے لیکن تمہیں کچھ نہیں کہیں گے۔" دور سے اپنی طرف آتے' سکندر کی طرف جاتے ہوئے' وہ خود سے چند قدم پیچھے چلتی امامہ کی طرف دیکھے بغیر بے حد مدھم آواز میں بڑبڑایا تھا۔
امامہ نے سر اٹھا کر اپنے "شوہر" کا "اطمینان" دیکھا' پھر تقریباً" دس میٹر کے فاصلے پر آتے اپنے "سسر" کا "انداز۔" فوری طور پر اس کی سمجھ میں نہیں آیا کہ اسے اس وقت کیا کرنا چاہیے۔ وہ یہ سوچ کر زیادہ خوف زدہ ہوئی تھی کہ سکندر عثمان' سالار کی انسلٹ کرنے والے تھے۔

(باقی آئندہ ماہ ان شاء اللہ)

WWW.PAKSOCIETY.COM
www.bookspk.net
Copied From Web
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN